وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الاعراف)
وَاِذَا قَرَا الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا، وَاِذَا قَالَ: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ، فَقُوْلُوْا: آمِيْن (مسند ابی عوانہ)
اِیضاح المرام
فی
ترکِ القرأۃ خلف الاِمام
تحقیق مسئلہ قرأۃ مقتدی
تالیف
حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی صاحب
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

فہرست

پیش لفظ

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَ نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَ مِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَ نَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَ نَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ. اَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. وَاِذَاقُرِئَ الۡقُرۡآنُ فَاسۡتَمِعُوۡالَہٗ وَاَنۡصِتُوۡا لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ. قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم" اِنَّمَا جُعِلَ الامامُ لِیُؤتَمَّ بہ، فاذا کبّر فکبّروا، واذا قَرَأَ فَاَنۡصِتُوۡا،واذاقال: غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ، فقولوا: آمین، واذارکع فارکعوا، واذا قال: سمع اللہ لمن حمدہ، فقولوا: اللّٰھم ربنا ولک الحمد، واذا سجد فاسجدوا، واذا صلّٰی جالساً فصلوا جلوساً اجمعین". سُبۡحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ وَسَلَامٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ.

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ ہمیں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی امت ہونے کا لازوال شرف عطا فرمایا۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتوں کا شکر بجالانا چاہیں۔ تو یہ ایک ناممکن امر ہے، بلکہ ہم اس کی نعمتوں کو شمار بھی نہیں کر سکتے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

(النحل: ۱۸)

''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو، تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔
حقیقت یہ ہے کہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے لیے قرآنِ مجید کو نازل فرمایا۔ ہر نماز میں صراط مستقیم کیلئے دعا کی جاتی ہے مسلمان اکیلا نماز پڑھے تو خود اللہ سے کہتا ہے: ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' اور اگر نماز با جماعت ہو تو امام کہتا ہے: ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' اور خدا کے فرشتے اور مقتدی آمین کہہ کر دعا میں شریک ہوتے ہیں۔ پتہ چلا کہ صراط مستقیم انتہائی اہم ہے کہ نماز میں اتنے اہتمام سے اس کی دعا کی جاتی ہے۔ مومن دین کے راستے پر چلنے والوں کے راستے کی دعا مانگتا ہے۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ ''چلا ہم کو سیدھے راستہ پر، ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا نہ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے راستہ پر''۔ مراد دین کا انعام ہے۔ ان انعام والوں کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود ہی بتا دی ہے کہ وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ. وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيْقًا (النساء: ۶۹). ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں!''

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ چکے تھے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں منقسم ہوگی۔ سب کے سب فرقے دوزخ میں جائیں گے مگر صرف ایک فرقہ''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ وہ کون سا فرقہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس (طریقے) پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہوں گے۔ (اس کی پیروی کرنے والے مستثنیٰ ہوں گے)''۔ (ترمذی ۸۹/۲؛ مستدرک حاکم ۱۲۹/۱؛ مشکوٰۃ ح ۱۷۱)۔ اور حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ "بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ اور وہ الجماعت ہوگا۔" (احمد و ابو داؤد، مشکوٰۃ ح ۱۷۲؛ وقال الالبانی سندھما صحیح. تعلیقات الالبانی ۱/۶۱) یعنی نجات حاصل کرنے والا صرف وہی فرقہ ہے جو اس جماعت (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کا ساتھ دینے والا ہو۔ اور اسلام کی اس جماعت سے کٹ کر الگ نہ ہونے والا ہو۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کی سنت ہمارے لیے مشعلِ ہدایت ہے۔ اسی طرح "ما انا علیہ واصحابی" کے ارشاد کے تحت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال واعمال بھی ہمارے لیے حق کا معیار اور پیمانہ ہیں۔

"مقتدی کو امام کے پیچھے جہری اور سری نمازوں میں قراءت نہیں کرنی چاہیے"۔

ترکِ قراءت خلف الامام کے مسئلہ میں نصوص قرآنی، صحیح وصریح قولی اور فعلی احادیث موجود ہیں اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، جمہور صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور محدثین وفقہاء کی اکثریت اسی کی قائل ہے۔ خصوصاً جہری نمازوں میں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "امام کی جہری نماز میں مقتدی کے لیے فاتحہ کے وجوب کا قول شاذ ہے، حتیٰ کہ امام احمد نے اس کے خلاف پر اجماع نقل کیا ہے" (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲/۱۴۹؛ تنوع العبادات ص ۸۷)

تقریباً دو سو سال سے جب غیر مقلدین نے تقلید وآئمہ مجتہدین کے خلاف جھنڈا اٹھایا تو اس قسم کے مسائل کو عوام میں شائع کر کے ان کو مسلکِ سلف و جمہور سے متنفر کرنے کا مشغلہ اختیار کر رکھا ہے۔ چونکہ برصغیر پاک و ہند میں ہمیشہ حنفی مسلک ہی کی سیادت رہی ہے۔ اس لیے خاص طور سے اسی کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا اور قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر بھی مستقل کتابیں لکھ کر شائع کیں۔ عوام کو حنفی مذہب سے بدظن کرنے کی مہم چلائی گئی۔ غیر مقلدین کے مطابق "جو شخص امام کے پیچھے سورت فاتحہ نہیں پڑھتا۔ اس کی نماز بالکل نہیں ہوتی"۔ اس کے جواب میں اکابر حنفیہ کو بھی حقیقت سے پردہ اٹھانا پڑا۔ اور درجِ ذیل کتب لکھ کر مذہب حنفیہ کی حقانیت کو ثابت کرنا پڑا۔

(۱) حضرت المحقق علامہ محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) "تنقیح الکلام"

(۲) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ) "توثیق الکلام"

مقدمہ

سب نصوص پر عمل کرنے کا شرف:

قرآن وحدیث کی نصوص میں بظاہر کبھی تعارض یعنی اختلاف نظر آتا ہے ایک نص سے جو حکم سمجھ آتا ہے دوسری میں اس کے خلاف سمجھ آتا ہے۔تعارض کے وقت بہتر یہ ہوتا ہے کہ اس طرح عمل کیا جائے کہ سب روایات میں تطبیق کی جائے اور پھر ان کا موازنہ کر کے حق بات تک رسائی حاصل کی جائے۔ امام کے پیچھے قراءت کے وقت خاموش رہنے سے سب نصوص پر عمل کا ثواب ملتا ہے نماز میں قراءت قرآن کے بارے میں درج ذیل نصوص پائی جاتی ہیں:

① ارشادِ باری ہے:

﴿ فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾ (سورۃ المزمل:۲۰)

"پس قرآن سے جو آسان ہو پڑھو"۔

② دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

(سورۃ الاعراف:۲۰۴)

"جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگایا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحم ہو"۔

③ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ، فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ

(صحیح؛ طحاوی ح ۱۲۵۹؛ مؤطا امام محمد ح ۱۱۷)

"جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے، تو امام کی قراءت اس کی بھی قراءت ہے"۔

④ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

(مشکوٰۃ ح ۸۲۲؛ صحیح بخاری ح ۷۵۶؛ صحیح مسلم ح ۸۷۴؛ ترمذی ح ۲۴۷؛ خلق افعال العباد ص ۱۶۸،۱۶۹)

''جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی''۔

⑤ دوسری حدیث میں ہے:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا

(مشکوٰۃ ح ۸۲۲؛ صحیح مسلم ح ۸۷۴،۸۷۵،۸۷۶،۸۷۷؛ خلق افعال العباد ص ۱۶۸،۱۶۹)

''اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورت فاتحہ اور (اس کے بعد قرآن میں سے) کچھ اور نہ پڑھے''۔

پہلی حدیث سے سورت فاتحہ کا پڑھنا ضروری معلوم ہوتا ہے جبکہ دوسری حدیث سے سورت فاتحہ کے ساتھ کچھ اور پڑھنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

⑥ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا

''جب امام پڑھے تو خاموش رہو''۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث ۹۰۴؛ صحیح ابوعوانہ رقم الحدیث ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸؛ ابن ماجہ رقم الحدیث ۸۴۷)

معانی پر ایک نظر:

یہ چھ نصوص ہیں چوتھی کا تقاضا ہے کہ قراءت فاتحہ ہر نمازی پر فرض ہو، پانچویں کا تقاضا ہے کہ سورت فاتحہ کے ساتھ کچھ اور پڑھنا بھی ہر نمازی پر فرض ہے، دوسری، تیسری اور چھٹی سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی خاموش رہے، قراءت نہ کرے اور پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کے کسی خاص حصہ کے پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ کسی جگہ سے بھی جتنا آسان ہو پڑھ سکتا ہے اگرچہ سورۃ اخلاص یا سورۃ کوثر ہو۔

اس تعارض کا بہترین حل:

ہمارے علماء نے اس تعارض کا حل یہ بتایا کہ مقتدی امام کی قراءت کے وقت خاموش رہے، اس طرح دوسری، تیسری اور چھٹی نص پر عمل ہو جائے گا، جن روایات میں قراءت کا حکم ہے ان کا تعلق امام اور منفرد سے مانا جائے، آیت فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ سے ثابت ہوا کہ امام اور منفرد پر قرآن پاک سے کچھ نہ کچھ پڑھنا فرض ہے اور حدیث لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ سے سورت فاتحہ کا وجوب امام اور منفرد کیلئے ثابت ہوا جبکہ حدیث لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا سے ثابت ہوا کہ سورت فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا امام و منفرد پر بھی واجب ہے اور یہ فرض و واجب کا فرق اس لئے کیا جائے کہ قرآن کا درجہ زیادہ ہے نیز اس طرح تطبیق بھی ہوگئی۔ اگر قراءت بالکل ہی نہ کرے تو نماز دوبارہ پڑھے اور اگر سورۃ الفاتحہ یا اگلی سورت کی قراءت رہ جائے تو سجدہ سہو کر لے۔

امت کا متواتر عمل اسی پر ہے کہ امام فجر، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ بلند آواز سے قراءت کرتا ہے اور ظہر اور عصر کی نماز میں آہستہ۔ اگر کوئی چوتھی نص کو لے کر حدیث پر عمل کا مدعی ہے تو ہم الحمد للہ صرف حدیث پر نہیں بلکہ قرآن و حدیث دونوں پر عامل ہیں۔ اسی لیے ہمارا تمام نصوص پر عمل ہے۔

ہمارے حضرات نے جس طرح ان نصوص میں تطبیق دی وہ مدلل ہے۔ ذیل میں اس کے بارے میں کچھ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

① اکیلے نمازی کو قراءت کی تعلیم:

1- قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (سورۃ المزمل: ۲۰)

"پس قرآن سے جو آسان ہو پڑھو"۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے جب اکیلے نمازی کو نماز کا طریقہ سکھایا، تو ایسے ہی حکم دیا جیسے سورۃ المزمل کی اِس آیت کریمہ میں ہے۔ اور امت کا متواتر عمل ہے کہ منفرد فاتحہ

اوراس کے بعد بھی کچھ قرآن پڑھتا ہے۔ یہی اس کی قراءت ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِد يُصَلِّىْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِىْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَجَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهٗ: "اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ". فَرَجَعَ فَصَلّٰى ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَالَ: "وَعَلَيْكَ، اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ". قَالَ فِى الثَّالِثَةِ: فَأَعْلِمْنِىْ، فَقَالَ: "اِذَاقُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ وَاقْرَأْ بِمَاتَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِىَ وَ تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَالِكَ فِىْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا.

(بخاری ح ۷۵۷، ۶۶۶۷ واللفظ لہ، مسلم ح ۸۸۴، ۸۸۵، ابوداود ح ۸۵۶، ترمذی ح ۳۰۳، نسائی ح ۱۰۵۳، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷)

ترجمہ: "جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں ایک جانب تشریف فرماتھے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے نماز پڑھی، اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: پھر جا کر نماز پڑھو، تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی۔ وہ واپس گیا اور اس نے پھر سے نماز پڑھی۔ اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پھر فرمایا کہ: تم جاؤ، نماز پڑھو، تم نے ٹھیک نماز نہیں پڑھی ۔اُس آدمی نے تیسری دفعہ عرض کیا: حضرت (ﷺ) مجھے بتادیجئے اور سکھادیجئے کہ میں کس طرح نماز پڑھوں؟ (جیسی مجھے پڑھنی آتی ہے وہ تو میں کئی دفعہ پڑھ چکا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو، تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ کی طرف اپنا رُخ کرو، پھر تکبیر تحریمہ کہہ کے نماز شروع کرو، اس کے بعد (جب قراءت کا موقع آجائے تو) جو قرآن تمہیں یاد ہو اور تمہیں پڑھنا آسان ہو وہ پڑھو۔ پھر قراءت کے بعد رکوع کرو یہاں تک کہ رکوع

میں مطمئن اور ساکن ہو جاؤ، پھر رکوع سے اُٹھو، یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ مطمئن اور ساکن ہو جاؤ، پھر اُٹھو یہاں تک کہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں مطمئن اور ساکن ہو جاؤ۔ پھر اُٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر اپنی پوری نماز میں ایسے ہی کرو (یعنی ہر رکعت میں قراءت، رکوع، سجود، قومہ، جلسہ اور تمام اعمال اچھی طرح اطمینان وسکون سے اور ٹھہر ٹھہر کے ادا کرو)۔"

-2 حضرت رِفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو، تو قبلہ کی طرف رخ کر، تو تکبیر کہہ، پھر فاتحہ پڑھ، اور جتنی اللہ توفیق دے تو قرآن پڑھ۔" (صحیح۔ابوداود ح ۸۵۹)

(۲) امام کو قراءت کا حکم:

-1 امت کا متواتر عمل اسی پر ہے کہ امام فاتحہ سے قراءت شروع کرتا ہے اور پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد کچھ اور قرآن بھی پڑھتا ہے۔ یہی امام کی قراءت ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا﴾

(بنی اسرائیل: ۱۱۰)

"اور تم اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز سے پڑھو، اور نہ بہت پست آواز سے، بلکہ ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار کرو"۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں چھپ کر رہ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں جماعت کراتے اور قرآن پاک کی بلند آواز سے تلاوت فرماتے تو کافر سن کر گالیاں بکنا شروع کر دیتے، تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ اپنی قراءت کو اتنا بلند آواز سے نہ پڑھو کہ مشرکین سن کر گالیاں دینے لگیں۔ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا اور نہ ہی اتنا آہستہ پڑھو کہ

آپ ﷺ کے مقتدی صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی قراءت نہ سن سکیں۔ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار کرو۔

(بخاری ح ۴۷۲۲، ۷۴۹۰، ۷۵۲۵، ۷۵۴۷)

اس آیت کریمہ میں جو اعتدال کے ساتھ قرآن کی قراءت کا حکم ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کو ہے اور آپ امام ہوتے تھے۔ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں کو یہ حکم نہیں ہے۔

2- حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے: "جناب رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت پڑھتے تھے۔" (بخاری ح ۷۵۹)۔ مگر آپ ﷺ کی اقتداء میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قراءت کرنے کا ذکر نہیں۔

3- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لمبی قراءت پڑھنے کی شکایت جب جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ہوئی تو آپ ﷺ نے مناسب سرزنش کے بعد فرمایا: "معاذ! جب امام بن کر نماز پڑھاؤ تو سورت شمس، سورت اعلیٰ، سورت علق اور سورت لیل جیسی سورتیں پڑھا کرو"۔ (متفق علیہ)

4- حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے درج ذیل حدیث میں نماز کی کیفیت کا تفصیل سے بیان کیا چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان أبامالک الأشعری جمع قومه، فقال : "يامعشر الأشعريين! اجتمعوا واجمعوا نساء كم وابناء كم أُعَلِّمُكم صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، صلّى لنابالمدينة". فاجتمعوا وجمعوا نساء هم وابناء هم، فتوضأ وأراهم كيف يتوضأ، فأحصى الوضوء الى أماكنه، حتّٰى لما أن فاء الفئُ، وانكسر الظلُّ، قام فأذَّن، فصفَّ الرجال فی ادنى الصف، وصف الولدان خلفهم، وصف النساء خلف الولدان. ثم أقام الصلاة، فتقدم فرفع يديه، فكبر، فقرأ بفاتحة الكتاب وسورة يُسِرُّهُمَا، ثم كبر فركع فقال : سبحان الله وبحمده ثلاث مرار، ثم قال : سمع الله لمن حمده واستوى قائماً، ثم كبَّر وخرَّساجداً، ثمّ كبر فرفع رأسه، ثم كبر فسجد، ثم كبر فَانُهَضَ قائماً، فكان تكبيره فی اول ركعةٍ ست

تكبيراتٍ ، وكبَّر حين قام الى الركعة الثانية، فلمّا قضٰى صلاته أقبل الى قومه بوجهه، فقال: "احفظوا تكبيرى، وتَعَلَّمُوا ركوعى وسجودى، فَإِنَّها صلاة رسول الله ﷺ التى كان يصلى لنا كذا الساعة من النهار". ثم ان رسول الله ﷺ لماقضى صلاته أقبل الى الناس بوجهه فقال : "يا أيها الناس! اسمعوا واعقلوا واعلمو أن لله عزَّ وجلَّ عباداً ليسوا بأنبياء ولا شهداء، يغبطهم الأنبياء والشهداء على مجالسهم وقربهم من الله، فجاء رجل من الأعراب من قاصية الناس وألوى بيده الى نبى الله ﷺ، فقال : يا نبيَّ الله! ناس من الناس، ليسوا بأنبياء ولا شهداء يغبطهم الأنبياء والشهداء على مجالسهم وقربهم من الله! انعتهم لنا .يعنى صفهم لنا. ، فسُرَّ وجه رسول الله ﷺ لسؤال الأعرابى، فقال رسول الله ﷺ : "هم ناس من افناء الناس، ونوازع القبائل، لم تصل بينهم أرحام متقاربة ، تحابّوا فى الله وتصافوا، يضع الله لهم يوم القيامة منابر من نور فيجلسهم عليها، فيجعل وجوههم نوراً، وثيابهم نوراً ، يفزع الناس يوم القيامة ولا يفزعون، وهم اولياء الله الذين لاخوف عليهم ولاهم يحزنون"

(مسند احمد ح ۲۲۳۹۹)

وفى رواية عنده: فصلى الظهر فقرأ بفاتحة الكتاب و كبر اثنتين و عشرين تكبيرة.(مسند احمد ح ۲۲۳۸٦)،وفى رواية عنده ايضاً: عن رسول الله ﷺ "انه كان يسوّى بين الاربع ركعات فى القراءة والقيام، ويجعل الركعة الاولىٰ هى اطولهن لكى يثوب الناس، ويكبّر كلما سجد وكلما ركع، ويكبر كلما نهض بين الركعتين اذا كان جالساً (مسند احمد ح ۲۲۴۰۴) رواها كلها احمد، وروى الطبرانى بعضها فى الكبير، وفى طرقها كلها: شهر بن حوشب، وفيه كلام وهو ثقة ان شاء الله.

(مجمع الزوائد ح ۲۷۸۸؛ ۲۷۸۹؛ ۲۷۹۰)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا: "اے اشعری قوم کے لوگو! تم سب لوگ خود بھی جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کر لو تا کہ میں تمھیں

حضور نبی کریم ﷺ کی نماز کی تعلیم دوں جو آنحضرت ﷺ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے"۔ پھر سب لوگ اپنی عورتوں اور بچوں سمیت جمع ہو گئے۔ تو حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے وضو کر کے ان کو وضو کا طریقہ سمجھایا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے کامل طریقے سے تمام اعضاء وضو کو دھویا۔ پھر جب (زوال کے بعد) سایہ ڈھل گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ پس مردوں نے امام کے قریب تر پہلی صف بنائی، پھر ان کے پیچھے بچوں نے، پھر بچوں کے پیچھے عورتوں نے صف بنائی۔ پھر ایک شخص نے اقامت کہی۔ پس آپ نماز پڑھانے کے لئے آگے ہو گئے۔ پھر تکبیر تحریمہ کے لئے رفع یدین کرتے ہوئے اللہ اکبر کہا۔ پھر سورت فاتحہ اور دوسری سورت (دونوں) کو خاموشی سے پڑھا۔ پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا، رکوع میں تین مرتبہ آپ نے "سبحان اللہ وبحمدہ" پڑھا۔ پھر آپ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو گئے۔ پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں چلے گئے، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا، پھر تکبیر کہہ کر پھر سجدہ کیا، پھر تکبیر کہتے ہوتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو گئے۔ پس آپ کی تکبیریں پہلی رکعت میں چھ ہو گئیں۔ جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی۔ پھر جب آپ نے نماز پوری کر لی، تو آپ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجود کو سیکھ لو کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی وہ نماز ہے جو آپ ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھایا کرتے تھے"۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی نماز پوری کر لی تو آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "اے لوگو! سنو، سمجھو اور جان لو! اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو انبیاء علیہم السلام اور شہداء تو نہیں ہیں مگر اللہ کے ہاں ان کے قرب اور مقام کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام اور شہداء ان پر رشک کرتے ہوں گے۔ دور بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک دیہاتی شخص آیا اور اللہ کے نبی ﷺ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا: "اے اللہ کے نبی! لوگوں میں سے کچھ لوگ! انبیاء علیہم السلام اور شہداء تو نہیں! البتہ اللہ کے ہاں قدر و منزلت اور قرب کی وجہ سے انبیاء اور شہداء ان پر رشک کرتے ہوں گے۔ ان کی صفات کو بیان کر دیجئے! رسول اللہ ﷺ کا چہرہ اعرابی کے اس سوال کی وجہ سے چمک اٹھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ دور دراز مقامات اور مختلف قبائل کے لوگ ہوں گے، جن کی آپس میں کسی قسم کی قریبی رشتہ

داری نہیں ہو گی۔ وہ اللہ کے لئے محبت اور صف بندی کرنے والے ہوں گے۔ اللہ ان کے لئے نور سے بنے ہوئے منبر رکھے گا، تو ان کو ان منبروں پر بٹھائے گا، ان کے چہروں کو نورانی بنائے گا، ان کے کپڑوں کو نور سے بنائے گا۔ قیامت کے دن لوگ تو گھبرائے ہوئے ہوں گے مگر ان پر کسی قسم کی کوئی گھبراہٹ نہ ہو گی۔ وہ اللہ کے اولیاء میں سے ہوں گے، ان پر کسی قسم کا خوف اور غم نہ ہوگا''۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو سورت فاتحہ پڑھی اور بائیس تکبیریں کہیں۔ ایک اور روایت میں ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نماز کی چاروں رکعات کو قراءت اور قیام میں برابر کرتے تھے۔ پہلی رکعت کو سب سے لمبی کرتے تھے تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو حاصل کر سکیں۔

اس حدیث شریف میں امام کی قراءت کا ذکر ہے مقتدیوں کی قراءت کا ذکر کہیں بھی نہیں ہے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ تو فرمایا: ''میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجود کو سیکھ لو''، مگر اپنے پیچھے قراءت کا حکم تو نہ دیا۔

جناب رسول اللہ ﷺ جس طرح نماز میں سورت فاتحہ تلاوت فرماتے، اس کے بعد کچھ اور قرآن پاک بھی تلاوت فرماتے۔ یہ آپ ﷺ سے بطور قدرِ مشترک تواتر سے ثابت ہے اور آج تک امت کا متواتر عمل بھی اسی پر چلا آ رہا ہے۔ ان حضرات کی مختصر فہرست ملاحظہ فرمائیں جو فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا بھی روایت کرتے ہیں۔

(1) حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ (بخاری معلقاً ۱/۱۰۶؛ مسلم ۱/۱۸۶)

(2) حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہ (بخاری ۱/۱۰۶؛ مسلم ۱/۱۸۷)

(3) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (بخاری ۱/۲۱۹)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (بخاری ۱/۱۲۲؛ مسلم ۱/۲۸۸)

(5) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ (بخاری ۱/۱۰۵؛ مسلم ۱/۱۸۵)

(6) حضرت خباب رضی اللہ عنہ (بخاری ۱/۱۰۳)

(7) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ (بخاری ۱/۱۰۶؛ مسلم ۱/۱۸۷)

(8) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ (بخاری ۱/۱۰۵؛ مسلم ۱/۱۸۷)

(9) حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا (بخاری ۱/۱۰۵؛ مسلم ۱/۱۸۷)

(10) حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ (مسلم ۱/۱۸۶)

(11) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ (مسلم ۱/۱۸۶)

(12) حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ (مسلم ۱/۱۸۶)

(13) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (مسلم ۱/۲۸۸)

(14) حضرت ام ہشام رضی اللہ عنہا (نسائی ۱/۱۵۱)

(15) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (نسائی ۱/۱۳۲)

(16) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (نسائی ۱/۱۵۳)

(17) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (نسائی ۱/۱۵۴)

(18) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (نسائی ۱/۱۵۴)

(19) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا (نسائی ۱/۱۵۱)

(20) حضرت رجل من اصحاب محمد رضی اللہ عنہ (نسائی ۱/۱۵۱)

(21) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (نسائی)

(22) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ (ابوداؤد ۱/۲۰۶)

(23) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ (ابوداؤد ۱/۱۱۶)

(24) حضرت رجل من جھینہ رضی اللہ عنہ (ابوداؤد ۱/۲۰۶)

(25) حضرت ابوالاحوص رضی اللہ عنہ (احمد ۱/۲۷۲)

(26) حضرت انس رضی اللہ عنہ (احمد ۲/۳۳۰)

(27) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (احمد ۵/۱۸۲)

(28) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ (احمد ۵/۳۴۳)

(29) رجل من اہل المدینہ رضی اللہ عنہ (احمد ۴/۳۴)

(30) بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (احمد ۵/۳۷۱)

(31) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ابن ماجہ ص ۵۹)

(32) حضرت سعد رضی اللہ عنہ (ابن ماجہ ص ۵۹)

(33) حضرات ثلاثون من الصحابہ رضی اللہ عنہم (ابن ماجہ ص ۵۹)

(34) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ابن ماجہ ص ۵۹)

(35) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (موطا امام مالک)

(36) حضرت الاغر المزنی رضی اللہ عنہ (مجمع الزوائد ۲/۱۱۹)

(37) حضرت رفاعہ انصاری رضی اللہ عنہ (مجمع الزوائد ۲/۱۱۹)

(38) حضرت علی رضی اللہ عنہ (مجمع الزوائد ۲/۱۶۹)

(39) حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ (مجمع الزوائد ۲/۱۱۸)

(40) حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ (مجمع الزوائد ۲/۱۱۸)

(41) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ (مجمع الزوائد ۲/۱۱۷)

(42) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (مجمع الزوائد ۲/۱۱۴)

(43) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا (مجمع الزوائد ۲/۱۱۵)

(44) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ (کنز العمال ۴/۴۰۷)

(45) حضرت حزم بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (کنز العمال ۴/۲۵۱)

(46) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ (کنز العمال ۴/۲۵۱)

(47) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ (المطالب العالیہ ۱/۱۱۳)

(48) حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ (المطالب العالیہ ۱/۱۱۹)

(49) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ (المطالب العالیہ ۱/۱۲۲)

(50) مرسل ابی اسحاق رحمہ اللہ (عبدالرزاق ۱/۱۱۷)

(51) مرسل عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ (عبدالرزاق ۱/۱۱۷)

(52) مرسل ابی العالیہ رحمہ اللہ (عبدالرزاق ۱/۱۰۵)

(53) مرسل ابی مجلز (عبدالرزاق ۱/۱۰۵)

(54) مرسل عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمہ اللہ (نسائی ۱/۱۵۴)

(55) مرسل معبد بن خالد رحمہ اللہ (کنز العمال ۴/۲۵۱)

یہ احادیث یقیناً درجہ تواتر کو پہنچ گئی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل یہ تھا کہ سورت فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہو کر قرآن مجید کی دوسری سورتوں میں سے کسی سورت

کی قراءت بھی فرماتے تھے اور یہی آج تک امت کا متواتر عمل ہے۔ ان تمام احادیث میں امام کی قراءت کا تو ذکر ہے مگر مقتدی کی قراءت کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔

③ مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم:

مقتدی کو امام کی قراءت کے وقت انصات (خاموش ہونے) کا حکم ہے۔ خواہ امام سورۃ فاتحہ پڑھے یا اس کے ساتھ اور سورت بھی پڑھے۔ تو جن رکعتوں میں امام سورۃ فاتحہ اور اگلی سورت دونوں پڑھے مقتدی دونوں کی قراءت کے وقت خاموش رہے، اور جن رکعتوں میں امام صرف فاتحہ پڑھے گا مقتدی اس کی قراءت کے وقت انصات کرے گا۔ اس کی دلیل صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث ہے جس میں خود رسول اللہ ﷺ نے امام اور مقتدی کی ذمہ داریوں کا تعین فرمادیا ہے۔ بعض میں تو امام اور مقتدی شریک ہیں جب کہ بعض میں شریک نہیں لہٰذا حکم نبوی کے مطابق امام اور مقتدی کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کرنی چاہئے۔ امام مسلم فرماتے ہیں:

عن حِطَّانَ بْنَ عبد الله الرَّقَاشِيِّ قال: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي مُوْسَى الأشعرى صلاةً. فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ قال رجل من القَوْمِ: أُقِرَّتِ الصَّلَاةُ بِالْبِرِّ وَالزَّكَاةِ؟ قال: فَلَمَّاقَضٰى ابُومُوْسٰى الصلاةَ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ، فقال: أَيُّكم القَائِلُ كلمة كذا وكذا؟ قَالَ: فَأَرَمَّ الْقَوْمُ، ثم قال: أيكم القائلُ كلمة كذا وكذا؟ قال: فأرمَّ القوم، فَقَالَ: لَعَلَّكَ يَاحِطَّانُ قُلْتَهَا؟ قال: مَاقُلْتُها، وَلَقَدْ رَهِبْتُ أَنْ تَبْكَعَنِيْ بِهَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا قُلْتُهَا، وَلَمْ أُرِدْ بِهَا اِلَّا الْخَيْرَ، فَقَالَ أَبُومُوْسٰى: أَمَاتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ فِيْ صَلَاتِكُمْ؟ اِنَّ رسولَ الله ﷺ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَاصَلٰوتَنَا، فقال: "اذا صَلَّيتم فأقيموا صُفُوْفَكم، ثم لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكم، فاذَا كَبَّرَ فكَبِّرُوا، واذا قال: غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ، فقولوا: آمين، يُجِبْكُمُ اللهُ فاذا كَبَّرَ وَرَكَعَ فكبِّروا واركعوا، فانَّ الْامامَ يركع قبلكم ويرفع قبلكم". فقال رسولُ الله ﷺ: "فتلك بتلك، واذا قال: سمع الله لمن حمده، فقولوا: اللّٰهُمَّ! ربَّنا لك الحمدُ، يَسْمَعُ اللهُ لكم، فانَّ الله تبارك

وتعالیٰ قال علی لسان نبیہ ﷺ: سَمِعَ اللہ لمن حمدہ، واذا کبر وسجد فکبروا واسجدوا، فَاِنَّ الاِمَامَ یَسجُدُ قَبلَکُم وَیَرفَعُ قَبلَکُم"، فَقَالَ رَسُولُ اللہ ﷺ: "فَتِلکَ بِتِلکَ الحدیث" (صحیح مسلم ح ۹۰۳) و فی روایۃ: "واذا قرأ فانصتوا" (صحیح مسلم ح ۹۰۴)

حضرت حطان بن عبداللہ رقاشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ جب ہم لوگ قعدہ میں بیٹھے تھے۔ تو پیچھے سے کسی آدمی نے کہا: نماز نیکی اور زکوٰۃ کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نماز ختم کرنے کے بعد پوچھا: "یہ بات تم میں سے کس نے کہی ہے؟" سب لوگ خاموش رہے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: (تم لوگ سن رہے ہو؟ بتاؤ کہ) تم میں سے یہ بات کس نے کہی؟ جب سب لوگ چپ رہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: اے حطان! شاید تم نے یہ کلمے کہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: جی نہیں۔ میں نے نہیں کہے۔ مجھے تو خوف تھا کہ کہیں آپ خفا نہ ہو جائیں۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا: یہ کلمات میں نے کہے ہیں اور اس میں میری نیت صرف بھلائی اور نیکی کی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: "تم لوگ نہیں جانتے کہ تم کو اپنی نماز میں کیا پڑھنا چاہیے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: ہمیں سنت سکھائی اور ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کرلیا کرو۔ پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو (اس روایت کی دوسری سند میں ہے "اور جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ") اور جب وہ غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیھِم وَلاَ الضَّآلِّین پڑھ لے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا اور جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو۔ واضح رہے کہ امام تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے اور تم سے پہلے اٹھتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو یہ اس کے بدلے میں ہے (یعنی جتنی دیر امام کے بعد رکوع کیا اتنی دیر بعد سر اٹھانا تاکہ جتنی دیر امام رکوع میں رہے تم بھی اتنی دیر رکوع میں رہو)۔ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے، تو تم "اللھم ربنا لک الحمد" کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول کرے گا، چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے توسط سے یہ بتایا ہے کہ جو شخص

اللہ تعالیٰ کی تعریف کر کے دعا مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو۔ اس لئے کہ امام تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اُٹھاتا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس کے بدلے میں ہے (یعنی جتنی دیر امام کے بعد تم نے سجدہ کیا، اتنی دیر بعد سر اٹھاؤ تاکہ جتنی دیر امام سجدے میں رہے تم بھی اتنی دیر سجدے میں رہو۔)''

اس نماز باجماعت کے طریقہ میں تکبیر، رکوع، سجود وغیرہ میں آپ ﷺ نے امام اور مقتدی کا اشتراک ذکر فرمایا۔ لیکن قراءت میں اشتراک کے برعکس تقسیم فرمائی کہ امام قراءت کرے گا اور مقتدی انصات یعنی خاموش رہیں گے۔ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کے لیے قراءت ہے''۔

(مسند امام اعظم رقم الحدیث: ۱۰۴؛ مؤطا امام محمد رقم الحدیث: ۱۱۷؛ مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے نہ جہری نمازوں میں سورت فاتحہ پڑھنے کی گنجائش ہے اور نہ سرّی نمازوں میں۔ مقتدی کا کام تمام نمازوں میں یہ ہے کہ پوری دل جمعی اور نہایت خاموشی کے ساتھ امام کی قراءت کی طرف توجہ کرے، امام کی قراءت سنائی دے یا نہ سنائی دے۔

باب اوّل:

قراءۃ خلف الامام قرآن مجید کی روشنی میں

اہل اسلام سے یہ بات ہرگز مخفی نہیں کہ قطعی اور یقینی ہونے میں جو رتبہ اور درجہ اللہ کے کلام قرآن مجید کو حاصل ہے۔وہ یقیناً کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہے، اس لیے کہ قرآنِ کریم کا ایک ایک حرف اور ایک ایک جملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ دلائل اور براہین میں مسلمانوں کے یہاں شریعت میں سب سے پہلا درجہ قرآنِ کریم کو حاصل ہے۔

قرآنِ مجید ضابطہ حیات:

قرآنِ مجید وہ ضابطۂ حیات ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی دنیوی اور اخروی کامیابی کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا ہے۔فرمانِ الٰہی ہے: ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (البقرہ:۲) یہ کتاب کہ جس میں کوئی شبہ نہیں۔ متقین کے لیے ہدایت ہے۔مسلمان کی زندگی کے تمام معاملات میں قرآنِ مجید کو اولین حیثیت حاصل ہے۔ نیز فرمایا: وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (الشوریٰ:۱۰)۔"اور تم جس بات میں بھی اختلاف کرتے ہو، اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ وہی اللہ ہے جو میرا پروردگار ہے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے، اور اسی سے میں لو لگاتا ہوں"۔

امیر المؤمنین خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خاص موقعہ پر ارشاد فرمایا: "ہم ایک ذلیل و خوار قوم تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دینِ اسلام کی وجہ سے عزت دی۔ جب بھی

ہم کسی ایسے طریقے سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت نہیں دی (یعنی وہ اسلام کے خلاف ہو)، تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل اور رسوا کر کے چھوڑے گا۔" (مستدرک حاکم ح ۲۱۴، سندہ صحیح؛ وقال الحاکم والذھبی صحیح)۔

امام کے پیچھے مقتدی کا قرآن کریم کی تلاوت نہ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے چند مضبوط دلائل حسب ذیل ہیں:

سورۃ فاتحہ ہی سے دلیل:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (1) اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (2) الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (3) مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ (4) اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (5) اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ (6) صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ (7) (سورۃ الفاتحہ: ۱تا۷)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سب جہانوں کا۔ بیحد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، مالک ہے قیامت کے دن کا۔ اے اللہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں چلا ہم کو سیدھے راستہ پر، ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا نہ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے راستہ پر۔

سورۃ الفاتحہ کا انفرادی اسلوب:

سورت فاتحہ کا اسلوب بڑا ہی نرالا ہے۔ غیر مقلدین اسی سورت کی قراءت پر زور دیتے ہیں جبکہ اس سورت کا اسلوب ہی بتاتا ہے کہ اسے امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے وہ اس طرح کہ اس سورت میں ارشادِ خداوندی ہے: اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ. اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ. "اے اللہ! ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم کو سیدھے راستہ پر چلا"۔ امام یہ نہیں کہتا: اے اللہ میں تیری عبادت کرتا ہوں، بلکہ کہتا ہے: "اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں"۔ جمع متکلم کا صیغہ استعمال کیا گیا

ہے۔ جمع متکلم کا دوسرا نام ہے متکلم مع الغیر یعنی ''دوسروں کو ساتھ ملا کر بات کرنے والا''۔ تو بات کرنے والا ایک ہوتا ہے لیکن ترجمانی سب کی کرتا ہے۔ ان کلمات کو بول کر امام سب مقتدیوں کی ترجمانی کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام کے ساتھ ساتھ یا اس سے پہلے پڑھنے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

قراءت کرنے والے بھی امام کے بعد ہی پڑھنے کا کہتے ہیں۔

سورۃ الفاتحہ کی ایک اور خصوصیت:

سورت فاتحہ کے بعد سب آمین کہتے ہیں۔ اونچی کہیں یا آہستہ۔ مگر آمین کہتے تو ہیں۔ آمین کا معنیٰ ہے۔ ''اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ ''۔ (ابن کثیر ۱/۳۳) ''اے اللہ قبول فرما''۔ یعنی امام کی دعا کو قبول فرما۔ امام کی دعا یہ ہے: اے اللہ ہمیں یعنی امام اور مقتدی، سب کو صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرما۔ اگر امام سب کا ترجمان نہیں، تو گویا وہ یہ کہتا ہے: ''اے اللہ مجھے ہدایت عطا فرما''۔ اور مقتدی آمین کہہ کر یہ کہتے ہیں: ''اے اللہ ہمارے امام کو ہدایت عطا فرما''۔ نہ امام کو مقتدیوں کی فکر ہے اور نہ مقتدیوں کو اپنا فکر ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مقتدی کا امام کی فاتحہ پر آمین کہنا ہی اس کے لیے قراءتِ فاتحہ کے قائم مقام ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۳۴)

قرآنِ مجید کی ۱۱۴ سورتوں میں صرف سورت فاتحہ ہی کا یہ اسلوب ہے۔ جس میں بندوں کے لیے جمع متکلم کا صیغہ یعنی ''ہم'' کے الفاظ ہیں۔ واحد متکلم یعنی ''میں'' کا لفظ نہیں ہے۔ باقی ۱۱۳ سورتوں میں یا تو متکلم کا لفظ کوئی نہیں جیسے سورت اخلاص، یا واحد متکلم یعنی ''میں'' کا لفظ ہے۔ جیسے سورۃ الفلق اور سورت الناس۔ یا واحد متکلم اور جمع متکلم دونوں کے صیغے ہیں جیسے سورۃ البقرۃ۔ واضح رہے کہ سورۃ الکوثر میں '' اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ''۔ اگرچہ جمع متکلم ہے، مگر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بطورِ تعظیم کے ہے بندوں کے لیے نہیں ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

شاید کوئی کہے کہ سورت فاتحہ میں بھی جمع کا لفظ واحد کے لیے آیا ہے تو یاد رکھیں متکلم اپنی عظمت بتلانے کے لیے جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ نماز تو اپنی عاجزی اور انکساری

ظاہر کرنے کے لیے ہے نہ کہ اپنی عظمت جتلانے کے لیے۔ اس لیے سورت فاتحہ میں جمع متکلم کے الفاظ واحد کے لیے نہیں ہو سکتے۔

اس سورت کا اسلوب ہی یہ تقاضا کرتا ہے کہ اسے امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے۔ پھر تعجب کی بات ہے کہ جن سورتوں کا اسلوب ایسا نہیں، ان کی قراءت کے وقت تو خاموش رہا جائے اور جن آیات کا اسلوب ہی خاموش رہنے کا تقاضا کرے اس کو ضرور پڑھا جائے۔ قرآن وحدیث سے اس پر کوئی نص پیش نہیں کی جا سکتی کہ امام کے پیچھے اس سورت کو پڑھنا تو فرض کر لیا جائے اور باقی ۱۱۳ سورتوں کی قراءت میں خاموش رہا جائے۔

امام کے ترجمان ہونے کا ایک اور ثبوت:

ارشادِ باری ہے:

﴿وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ. قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (یونس : ۸۸، ۸۹)

ترجمہ: اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ”اے ہمارے پروردگار! آپ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیوی زندگی میں بڑی سج دھج اور مال و دولت بخشی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ وہ لوگوں کو آپ کے راستے سے بھٹکا رہے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ان کے مال و دولت کو تہس نہس کر دیجیے، اور ان کے دلوں کو اتنا سخت کر دیجیے کہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تمہاری دعا قبول کر لی گئی ہے۔ اب تم دونوں ثابت قدم رہو، اور اُن لوگوں کے پیچھے ہرگز نہ چلنا جو حقیقت سے ناواقف ہیں۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ”اعطیتُ آمین فی الصلوٰة، وعند الدعاء، لم

يعط احد قبلي الّا ان يكون موسىٰ. كان يدعوا وهارون يُؤَمِّنُ. فاختموا الدعاء بآمين، فانَّ الله يستجيبه لكم". (تفسیر ابن کثیر ۱/۳۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے نماز میں بھی اور دعاء کے وقت بھی آمین عطاء کی گئی ہے۔ یہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملی، سوائے موسیٰ علیہ السلام کے، وہ دعا مانگتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ لہٰذا تم لوگ دعا کو آمین کے ساتھ ختم کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعاء کو قبول فرمائیں گے''۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فذكر الدعاء عن وحده. ومن سياق الكلام ما يدل علىٰ انّ هارون امّن فنزل ننزلة من دعا لقوله تعالى "قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا" فدل ذلك علىٰ انّ من امّن علىٰ دعاءٍ فكانما قاله. (تفسیر ابن کثیر ۱/۳۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اکیلے دعا مانگی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے اس دعا پر آمین کہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا'' تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔ یعنی وہ دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بھی قبول ہوگئی، کیونکہ انہوں نے خود دعا مانگی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف سے بھی وہی دعا قبول ہو گئی، کیونکہ اگرچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا خود نہیں مانگی تھی مگر اس دعا پر آمین کہہ دی تھی تو وہ دعا ان کی طرف سے بھی قبول ہوگئی۔

آیت کریمہ کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی دعا پر آمین کہے، اس نے گویا خود دعا کی۔ اسی لیے آمین کہنے والا مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے کیونکہ اس کا آمین کہنا ہی سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائم مقام ہے۔
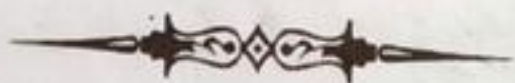
آداب قرآنی سے دلائل

آداب قرآنی کی پہلی آیت کریمہ:

ارشاد ربانی ہے:

﴿لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ. إن علینا جمعہ وقرآنہ. فإذا قرأناہ فاتبع قرآنہ. ثم إن علینا بیانہ﴾ (القیامہ:۱۶۔۱۹)

''اے اللہ کے نبی! آپ اس قرآن کو جلدی جلدی لینے کے لئے اس پر زبان نہ ہلایا کیجئے۔ یہ تو ہمارے ذمہ ہے، اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھوانا۔ جب ہم اسے پڑھنے لگیں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجئے۔ پھر اس کا بیان کرا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔''

استدلال:

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ پڑھنے سے منع فرمایا گیا، حالانکہ یہاں حفظِ قرآن کی غرض سے ساتھ پڑھنے کی ضرورت بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حفظِ قرآن کا ذمہ خود لے کر خاموشی اور توجہ سے سننے کا حکم فرمایا۔ اس سے قرآنِ کریم کے اس ادب کی کتنی سخت تاکید ثابت ہوتی ہے کہ قاری کے ساتھ خود پڑھنے کی بجائے اس کی قراءت کو خاموشی کے ساتھ پوری توجہ سے سنا جائے۔ پھر ''لا تقرأ'' کی بجائے ''لا تحرک بہ لسانک'' فرما کر مکمل سکوت کی مزید تاکید فرما دی کہ زبان تک ہلنے نہ پائے۔ اس کے بعد تاکید در تاکید کے لئے مکرر فرماتے ہیں ''فاذا قرأنا فاتبع قرآنہ''۔ ''جب ہم اسے پڑھنے لگیں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجئے''۔

شانِ نزول:

امام بخاری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں۔

عن ابن عباس، فی قوله تعالیٰ: "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ"، قال: كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يعالج من التنزيل شِدَّةً، وكان مما يُحَرِّكُ شفتيه .... فانزل الله تعالىٰ: "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ. اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ". قال: جَمْعَهٗ لكَ صَدْرُكَ وتَقْرَأَهٗ. "فَاِذَا قَرَأْنٰهُ". قال: فَاسْتَمِعْ لَهٗ، "ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ". ثم اِنَّ علينا اَنْ تَقْرَأَهٗ، فكان رسولُ الله صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلك اذا أتاهُ جبريلُ اسْتَمَعَ، فاذا انطلق جبريلُ قَرَأَهُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم كما كان قَرَأَ.

(بخاری کتاب الوحی، ح ۵؛ مسلم ۱/۱۸۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نزول قرآن کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت مشقت ہوتی اور (حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھنے کے لئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہونٹوں کو کثرت سے ہلاتے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ آپ اس کو جلدی جلدی محفوظ کرنے کے لئے اس پر زبان نہ ہلایا کیجئے۔ یہ تو ہمارے ذمہ ہے اس کو جمع کردینا اور پڑھوانا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد ہے قرآن کو سینہ میں جمع کردینا اور پڑھوانا اور جب ہم اسے پڑھنے لگیں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ قرآن کو غور سے سنیں اور چپ رہیں پھر اس کا بیان کردینا بھی ہمارے ذمہ ہے یعنی اس کا پڑھوانا، اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام آتے تو آپ غور سے قرآن سنتے جب وہ واپس چلے جاتے تو پھر آپ پڑھتے جیسے حضرت جبریل علیہ السلام نے پڑھا تھا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم دی گئی ہے کہ فرشتہ سے وحی کس کیفیت سے حاصل کرنی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے لینے میں جلدی کرتے اور فرشتہ سے اس کی قراءت میں مسابقت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ

نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ جب فرشتہ وحی لائے، تو آپ ﷺ توجہ فرمائیں۔ قرآنِ مجید کو آپ ﷺ کے سینہ میں محفوظ کردینے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھالیا ہے۔
(تفسیر ابن کثیر ۴/۴۷۵)

اس آیت اور حدیث سے امور ذیل معلوم ہوئے:

(۱) اس آیت میں اللہ کے رسول ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ جب ہم قرآن پڑھیں تو آپ اس کی اتباع کریں اور اس وقت خود نہ پڑھیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی وضاحت کردی کہ اتباع سے مراد یہ ہے کہ غور سے سنیں۔ اسی لئے اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ قرآن کو غور سے سنتے اور جبریل کے پڑھ لینے کے بعد خود پڑھتے۔

(۲) معلوم ہوا کہ اگر زبان حرکت کرجائے تو بھی انصات اور اتباع کے خلاف ہے اور اگر ہونٹ حرکت کرجائیں تو بھی انصات اور اتباع کے خلاف۔ تو جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی اتباع اس کے ساتھ پڑھنا نہیں۔ بلکہ ہمہ تن متوجہ ہو کر ایسا خاموش رہنا کہ نہ زبان حرکت کرے نہ ہونٹ۔

(۳) جب نماز سے باہر تلاوت قرآن کے موقع پر حکم الٰہی اور عمل نبوی بغور سننے اور خاموش رہنے کا ہے تو نماز کے دوران اس کا اہتمام اور بھی زیادہ ہونا چاہئے۔ واضح رہے کہ یہ خاصیت وادب صرف قرآن کے لئے ہے۔ لہٰذا سورۃ فاتحہ اور زائد سورۃ کے علاوہ بقیہ تسبیحات وتکبیرات مقتدی کو بھی پڑھنی ہوں گی۔

(۴) ترمذی شریف (ح ۱۴۹) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے دو دن میری امامت کروائی ظاہر ہے کہ اس وقت حضرت جبریل نے نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھی ہوگی اور اس حکم کے مطابق نبی کریم ﷺ اس وقت خاموش رہے ہوں گے اور آپ کی یہ نماز یقیناً درست ہے اور اللہ کے ہاں مقبول ہے۔

آدابِ قرآنی کی دوسری آیتِ کریمہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡآنِ مِن قَبۡلِ أَن یُقۡضٰی إِلَیۡکَ

وَحْيُهُ. وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً (طٰہٰ:۱۱۴)" اور (اے پیغمبر ﷺ) جب قرآن وحی کے ذریعے نازل ہو رہا ہو تو اس کے مکمل ہونے سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرو، اور یہ دعا کرتے رہا کرو کہ: "میرے پروردگار! مجھے علم میں اور ترقی عطا فرما"۔

شانِ نزول:

جب حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن کریم کی آیتیں وحی کے ذریعے رسول اللہ ﷺ پر نازل کرتے، تو اس ڈر سے کہ کہیں بھول نہ جائیں، ساتھ ساتھ ان آیتوں کو دُہراتے رہتے تھے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کو سخت مشقت ہوتی تھی۔ اس آیت میں آپ ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو یہ محنت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی قرآنِ کریم کو آپ ﷺ کے سینۂ مبارک میں محفوظ فرمادے گا۔ یہی بات اوپر ذکر کی گئی سورۃ القیامۃ کی آیات ۱۶ تا ۱۸ میں بھی فرمائی گئی ہے۔

استدلال:

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ نزولِ وحی کے وقت خود ساتھ نہ پڑھیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ تلاوتِ قرآن کے وقت اس کو خاموشی سے سننا اور ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے تفکّر و تدبّر میں محو ہونا مقصود ہے۔

آدابِ قرآنی کی تیسری آیت کریمہ:

ارشادِ باری ہے:

﴿وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَراً مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ﴾ (الاحقاف:۲۹)

اور (اے پیغمبر) یاد کرو جب ہم نے جنات میں سے ایک گروہ کو تمہاری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں، چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے (ایک دوسرے سے) کہا کہ: "خاموش ہو جاؤ" پھر جب وہ پڑھا جاچکا تو وہ اپنی قوم کے پاس انہیں

خبردار کرتے ہوئے واپس پہنچے۔

استدلال: اللہ تعالیٰ نے اس مضمون میں جنوں کے اس گروہ کی تعریف بیان کی ہے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ پوری توجہ کے ساتھ خاموش رہ کر قرآنِ کریم کی قراءت سنی بلکہ اس کارِ خیر پر دوسروں کو بھی آمادہ کیا۔ مردِ مومن کی بھی یہی عادت اور خصلت ہونی چاہیے کہ قراءت قرآن کے وقت خود بھی چپ رہے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرے۔

آداب قرآنی کی چوتھی آیت کریمہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ﴾

(حٰمٓ السجدة:۲۶)

"اور یہ کافر (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کہ: "اس قرآن کو سنو ہی نہیں، اور اس کے بیچ میں شور مچادیا کرو تا کہ تم ہی غالب رہو"۔

قرآنِ مجید کی اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان جاہل کافروں اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کا حال یہ ہے کہ وہ قراءتِ قرآن کے وقت خاموشی اور سکوت اختیار نہیں کرتے اور شور وغل مچاتے ہیں۔ مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف حکم دیا ہے "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ. (الاعراف: ۲۰۴) "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر ۱۰۳/۴)

ترک القراءۃ خلف الامام پر اترنے والی آیت سے دلیل:

ارشادِ باری ہے:

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

(الاعراف:۲۰۴)

"اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو، اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم

کیا جائے"۔

یعنی قراءت جہری ہو رہی ہو، تب تو کان لگا کر غور سے سنو۔ اگر تمہیں قراءت قرآن کی آواز سنائی نہ دے رہی ہو، یعنی قراءت سری ہو رہی ہو، یعنی امام پست آواز سے قرآن کی تلاوت کر رہا ہو۔ جیسا کہ سری نمازوں یعنی ظہر وعصر میں ہوتی ہے، یا قراءت تو بالجہر ہی ہو لیکن تم لوگ امام یا قاری سے دور ہونے کی وجہ سے قراءت سننے پر قادر نہ ہو، تب بھی تم ضرور خاموش رہا کرو، تا کہ تم لوگوں پر رحم کیا جائے۔

(دیکھئے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲/۵۳۷ شرح حدیث ۸۵۸)

رسول اللہ ﷺ سے آیت کریمہ کی تفسیر:

امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سنن نسائی میں "باب تاویل قولہ عز وجل ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ، کا عنوان باندھ کر اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث بیان کی ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اِنَّمَا جُعِلَ الامامُ لِیُؤتَمَّ بِہٖ، فاذا کبَّر فکبِّرُوا، واذا قَرَأَ فَانْصِتُوْا. الحدیث (سنن نسائی: باب تاویل قولہ عز وجل ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾، (سنن نسائی ح ۹۲۲، ۹۲۳).

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ"۔

حضرت امام اہلِ سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام نسائی رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث "اذا قرأ فانصتوا" (جب امام قراءت کرے تو تم مقتدی خاموش رہو) کو قرآنِ کریم کی اس آیت کی تفسیر اور تاویل میں نقل کر کے یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچا دی ہے کہ گویا رسول اللہ ﷺ بھی قرآن کی اس آیت کا نزول نماز اور نمازیوں کے حق میں ہی بیان فرماتے ہیں۔ (احسن الکلام: ۱/۱۲۱)

ایک اور استدلال:

قُرِئَ فعل مجہول ہے۔اس میں پڑھنے والے کا ذکر نہیں۔اس لئے آیت کے معنی کی پوری وضاحت کسی ایسی نص سے ہوگی جس میں قراءت کا ذکر بھی ہو اور پڑھنے والے کا بھی اور سننے یا خاموش رہنے کا حکم بھی۔ الحمد للہ ہمیں ایسی نص مل گئی وہ رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ بالا فرمان ہے: اِنَّمَا جُعِلَ الامامُ لِيُؤتَمَّ بِهِ، فاذا كبَّر فكبّروا، واذا قَرَأَ فَانْصِتُوا (سنن نسائی ح ۹۲۲، ۹۲۳)۔ عربی گرائمر کی رو سے قَرَأَ فعل میں هُوَ ضمیر پوشیدہ ہے۔جس سے مراد اَلْاِمَام ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے پوری عبارت یوں ہے اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ الْقُرآنَ فَانْصِتُوا ترجمہ: اور جب امام قرآن پڑھے تو خاموش رہو۔اس عبارت سے الاِمَام کا ذکر ہٹایا تو عبارت یوں ہوگئی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرآنُ فَانْصِتُوا اور جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو۔ دیکھا اس مسئلہ پر کیسے قرآن وحدیث اکٹھے ہو گئے۔

اس آیت کا شانِ نزول:

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أجمع الناس على أن هذه الآية في الصلوٰة (المغنی ج ۱ ص ۴۹۰)۔اس بات پر سبھی متفق ہیں کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے۔شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول آیتِ کریمہ کے شان نزول کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے۔ نیز اس پر بھی علماء کا اتفاق نقل کیا ہے کہ جب امام جہر سے قراءت کر رہا ہو تو مقتدی پر قراءت واجب نہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۶۸/۲)

ایک دوسرے مقام پر شیخ الاسلام تحریر فرماتے ہیں:

''جمہور کا قول ہی صحیح اور درست ہے کہ آیت ''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرآنُ فَاسْتَمِعُوا لَه، وَاَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ''۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سب لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول نماز ہے۔'' (فتاویٰ کبریٰ لابن تیمیہ ۴۱۲/۲)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس آیت کی تفسیر:

تفسیرِ ابن مسعود:

① عن یُسَیر بن جابرؒ قال: صلی ابن مسعودؓ فسمع اناساًیقرؤن مع الامام، فلما انصرف قال: ''أما آن لکم ان تفھموا، أما آن لکم ان تعقلوا، ''وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْالَہٗ وَاَنْصِتُوْا'' کَمَااَمَرَکُمُ اللہ. (صحیح. تفسیر ابن جریر ۱۰۳/۹طبع قدیم، رقم الحدیث ۱۵۶۳۳؛ تفسیر ابن کثیر ۳۱۱/۲؛ رجالہ ثقات من رجال الجماعۃ، اعلاء السنن ۵۲/۴؛ احسن الکلام ۱۲۲/۱۔۱۲۵)

حضرت یُسَیر بن جابر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، توانہوں نے محسوس کیا کہ بعض لوگ امام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔نماز کے بعد آپ نے ایسے لوگوں کوڈانٹتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کاحکم ہے کہ جب قرآن پڑھاجائے تواس کوغور سے سنو اورخاموش رہواس کے باوجودتم اس بات کونہیں سمجھتے ، کیااب بھی تمھارے سمجھنے کاوقت نہیں آیا؟''

یہ روایت وضاحت سے یہ بات ثابت کرتی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت کر رہے تھے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کوعقل وفہم سے کام نہ لینے پر تنبیہ کرتے ہوئے قراءت سے منع کیااور یہ بات بھی واضح کردی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کواستماع اور انصات کاحکم دیاہے۔جوامام کے ساتھ اس کی اقتداء میں نماز اداکررہے ہوں۔

② عن ابی وائل قال: قال: عبداللہؓ فی القراءۃ خلف الامام أنصت للقرآن کما اُمِرتَ، فان فی القراءۃ لشغلاً، وسیکفیک ذاک الامام (صحیح؛ کتاب القراءۃ ح ۲۵۷؛ احسن الکلام ۱۲۶/۱۔۱۲۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو، جیسا کہ تمھیں حکم دیا گیا ہے، کیونکہ خود پڑھنے سے امام کی قراءت سننے سے آدمی محروم رہ جاتا ہے۔لہٰذاامام کاپڑھناہی تمھیں کافی ہے (الگ قراءت کی ضرورت باقی نہیں رہتی)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح ہے۔خطاب ان لوگوں کوتھا جوامام

کے پیچھے اس کی اقتداء کر رہے تھے، جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ یہ سرّی اور جہری تمام نمازوں کو شامل اور فاتحہ اور غیر فاتحہ سب کو حاوی ہے۔ اس روایت میں گو "اُمِرتَ" ہے۔ لیکن پہلی روایت میں تصریح ہے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور امر" وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" الآیۃ سے واضح ہے۔

تفسیر ابن عباس:

① عن عبداللہ بن عباسؓ فی قوله تعالی" وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الاعراف: ۲۰۴)" یعنی فی الصلوة المفروضة (صحیح؛ کتاب القراءة ح ۲۵۴؛ اعلاء السنن ۵۲/۴؛ احسن الکلام ۱۲۸/۱۔۱۲۹) "حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: کہ آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الاعراف: ۲۰۴)" فرضی نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ اس آیت میں استماع اور انصات کا جو حکم آیا ہے۔ وہ شانِ نزول کے لحاظ سے صرف فرضی نماز کو شامل ہے۔ گو غیر فرضی نمازوں (مثلاً نماز عید اور تراویح وغیرہ) اور خطبہ کو بھی عموم کے لحاظ سے شامل ہے۔

② عن ابن عباسٍ قال: المؤمن فی سعة من الاستماع الیه الاّ فی صلوة مفروضة او المکتوبة او یوم جمعة او یوم فطر او یوم اضحیٰ یعنی ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ الآیة. (کتاب القراءة ح ۲۵۳)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عام حالات میں جب قرآن پڑھا جائے تو مومن پر کوئی پابندی نہیں اس کو گنجائش ہے کہ سنے یا نہ سنے مگر آیت ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ کے پیش نظر فرض نماز، جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر اس کے لیے نہ سننے کی کوئی گنجائش نہیں امام کی قراءت سننا ضروری ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سابقہ روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ آیت مذکورہ کا

شانِ نزول فرضی نماز ہے۔ اس روایت میں وہ عمومِ الفاظ کے پیشِ نظر جمعہ، عیدین کی نماز اور خطبہ وغیرہ کا حکم بھی استماع وانصات ہی میں بیان کرتے ہیں۔

بعض اور مفسرین کبار کی تفسیریں:

(۱) تفسیر مجاہد رحمہ اللہ:

قال مجاهد: كان رسول الله ﷺ يقرأ فی الصلوٰة ، فسمع قراءةً فتیً من الانصار؛ فنزلت: ﴿ وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْالَهٗ وَاَنْصِتُوْا ﴾

(صحيح. بيهقی ۱۵۵/۲؛ کتاب القراءۃ ح ۲۴۸؛ اعلاء السنن ۵۱/۴؛ احسن الکلام ۱۳۶/۱؛ اصل صفة صلاة النبی ﷺ ۳۳۵/۱)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں قراءت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری بھی پڑھ رہا تھا۔ اس پر آیت "وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْالَهٗ وَاَنْصِتُوْا" نازل ہوئی۔

علامہ البانی رحمہ اللہ حضرت مجاہد تابعی کی تفسیر بیان کر کے فرماتے ہیں:

وقد قيل فی سبب نزولها غير ذلک من الاقوال، ولكن ما ذكرنا ارجحُها؛ كما بيَّنه ابو الحسنات اللكنوی فی "امام الكلام" (ص ۷۷ الیٰ ۱۰۱). وقد بسط القول فِی هٰذا الكتاب علیٰ هٰذا الحديث تخريجاً، و تحقيقاً لفقهه، مع انصافٍ؛ بما لا تجد فی كتابٍ. فراجعه (۱۸۷ . الیٰ ۲۱۱). وقد استفدنا منه بعض ما ذكرنا فی هذا البحث. ومثله فی التحقيق من الناحية الفقهية العلامة الشيخ محمد انور الكشميری فی كتابه "فيض الباری علیٰ صحيح البخاری" (۳۴۰/۲. الیٰ ۳۴۹)، ولولا ان يطول البحث؛ لنقلتُک كلامه؛ فانه غاية فی التحقيق، وفيه شئ جديد لا تراه فی الكتب المعروفة.

(اصل صفة صلاة النبی ﷺ ج۱ ص۳۳۵).

ترجمہ: ''اس آیت کے سببِ نزول کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں، لیکن جس قول کو ہم نے ذکر کیا ہے، وہ سب سے راجح ہے؛ جیسا کہ علامہ ابوالحسنات لکھنوی نے اپنی کتاب ''امام الکلام'' میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں انصاف کے ساتھ اس حدیث کی تخریج اور فقہی تحقیق کو تفصیلاً بیان کیا ہے؛ جس کو تم کسی اور کتاب میں نہ پاؤ گے۔ ہم نے بھی اس بحث میں اس کتاب مذکورہ سے استفادہ کیا ہے۔ اور انہی جیسی تحقیق ان کے ہم وطن فقیہہ، علامہ، شیخ محمد انور شاہ کشمیری نے بھی اپنی کتاب ''فیض الباری علیٰ صحیح البخاری'' (۲/۳۴۰۔۳۴۹)، میں بیان کی ہے۔ اگر طولِ بحث کا خوف نہ ہوتا، تو میں ان کے کلام کو نقل کرتا؛ کیونکہ اس میں تحقیق کی انتہا درجہ کی بلندی ہے۔ اس میں ایسی تحقیق کی جدت ہے جو تم کتبِ معروفہ میں نہ پاؤ گے''۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے قراءت کرنا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں معمول نہ تھا۔ ورنہ صرف ایک انصاری کے پڑھنے کا کیا مطلب؟ اور جب یہ حکم نازل ہوا تو امام کے پیچھے تلاوت کرنے والوں ہی کو منع کیا گیا۔ آیت کا شانِ نزول بھی حضرت مجاہد نے وضاحت سے بیان فرمادیا ہے۔

(۲) تفسیر ابوالعالیہ الریاحی:

عن ابی العالیة قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیٰ قرأ، فقرأ أصحابه، فنزلت ''فَاسْتَمِعُوْا لَه، وَاَنْصِتُوْا'' فسکت القوم وقرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(کتاب القراة ح ۲۴۹)

حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قراءت کرتے تھے۔ جب آیت **''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَه، وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (الاعراف: ۲۰۴)** ترجمہ: ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو، اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔ نازل ہوئی تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاموشی اختیار کر لی اور جناب رسول

اللہ ﷺ قراءت کیا کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہما، تابعین میں سے سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم، ابراہیم نخعی، شعبی، حسن بصری، ابن شہاب زہری، مجاہد، قتادہ اور عبید بن عمیر رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز اور خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر ۲/۳۱۱، ۳۱۲)

۳ امام زید بن اسلم رحمہ اللہ اور ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کانوا یقرؤن خلف الامام فنزلت "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" (المغنی ج۱ص۴۹۰) کہ بعض لوگ امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے تو یہ حکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی لہٰذا جب امام قرآن پڑھ رہا ہو تو مقتدی خاموش رہیں۔ یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ اس آیت میں دو قسم کے حکم ہیں [۱] غور سے سنو [۲] خاموش رہو، ان دونوں پر عمل صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب مقتدی امام کے ساتھ سورت فاتحہ نہ پڑھے۔ چاہے امام اُونچی قراءت کررہا ہو یا آہستہ۔ گویا جو مقتدی جہری نمازوں میں امام کے ساتھ پڑھے گا اس نے مندرجہ بالا دونوں حکموں کی خلاف ورزی کی کہ نہ تو امام کی قراءت کو غور سے سنا اور نہ ہی خاموش رہا، اور جو مقتدی سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے تلاوت کرے گا۔ اس نے دوسرے حکم کی مخالفت کی کہ خاموش نہیں رہا۔

۴ مشہور مفسر امام ابوبکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

دلّت الأیة علی النهی عن القراءة خلف الامام فیمایجهربه فهی دآلّة علی النهی فیمایخفیٰ، لأنه' أوجب الاستماع والأنصات عند قراءة القرآن ولم یشترط فیه حال الجهر من الأخفاء فاذا جهر فعلیناالأستماع والأنصات، واذا خفی فعلیناالانصات بحکم اللفظ

لعلمنابأنه قارئٌ للقرآن :(احکام القرآن ۳/ ۳۹)

''اس آیت کی رو سے جس طرح جہری نمازوں میں مقتدی کوامام کے ساتھ پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ اسی طرح سرّی نمازوں میں بھی امام کے ساتھ پڑھنے سے روکا گیا ہے، چونکہ تلاوت قرآن کے وقت اس کوسننا اور خاموش رہنا ضروری ہے۔ اس میں جہری نماز کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ الغرض جب امام بلند آواز سے پڑھ رہا ہو تو ہم پر اس کا سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے اور جب وہ آہستہ پڑھ رہا ہو تو خاموش رہنا بہر حال ضروری ہے چونکہ ہمیں معلوم ہے کہ امام قرآن پڑھ رہا ہے''۔

⑤ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قرآنِ کریم مومنوں کے لیے بصیرت، ہدایت اور رحمت کا موجب ہے تو اس کے بعد قرآنِ کریم کا احترام اور تعظیم کا عملی ثبوت پیش کرنے کا یہ طریقہ بتلایا اور حکم دیا کہ قرآن کی قراءت کے وقت تم خاموش رہو نہ جیسے کہ مشرکین قرآن سنتے وقت شور مچایا کرتے تھے۔ آگے لکھتے ہیں۔لیکن احادیث سے مؤکد طور پر خاموش رہنے کا حکم صرف امام کے پیچھے فرضی نمازوں میں اقتداء کرنے والوں کے لیے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے: ''انما جعل الامام لیؤتم به؛ فاذا كبَّر فكبِّروا، واذا قرأ فأنصتوا''۔جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو''۔ اسی طرح اصحابِ سنن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی سند کے ساتھ پیش کی ہے اور امام مسلم نے اس کی تصحیح کی ہے، لیکن اس کو سند کے ساتھ اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا۔ (تفسیر ابن کثیر ۲/۳۱۱، دار السلام۔ ریاض)

علماءِ لغت کی تائیدات:

(1) مشہور عربی لغت ''لسان العرب'' میں ابن منظور افریقی رحمہ اللہ نے ''انصتوا'' کا

معنیٰ ''خاموش رہنا'' بیان کیا ہے۔ اور اس آیت کا سببِ نزول نماز میں امام کا تلاوت کرنا اور مقتدی کا خاموش رہنا ہی بتایا گیا ہے۔ حضرت ثعلب رحمہ اللہ کے حوالہ سے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا". قال ثعلب: معناه "اذا قرأ الامام، فاستمعوا الیٰ قراءته، ولا تتکلموا". (لسان العرب ج ۱ ص ۸۲۴) ترجمہ: آیت "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا" کے معنیٰ ہیں کہ جب امام قراءت کرے تو اس کی قراءت کو دھیان سے سنو اور کچھ نہ بولو"۔ یعنی دھیان سے سنو اور خاموش رہو۔ گویا لغوی اعتبار سے بھی نماز میں امام کے پیچھے پڑھنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

(2) علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الانصات: السکوت للاستماع والاصغاء والمراعات (تفسیر قرطبی ۷/ ۳۵۴) ''انصات کا معنیٰ سننے کے لیے سکوت کرنا ہے، کان دھرنا اور رعایت کرنا۔

اس بات پر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ (مذکورہ بالا آیت میں) یہ حکم فرض اور غیر فرض نمازوں (تراویح وغیرہ) کے لیے ہے۔ (تفسیر قرطبی ۷/ ۳۵۴)

(3) علامہ جصاص رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قال اهل اللغة: الانصات الامساک عن الکلام والسکوت لاستماع القرآنِ (احکام القرآن للجصاص ۳/ ۴۰). ''اہل لغت کہتے ہیں: انصات: کلام کرنے سے رک جانا ہے اور قرآن سننے کے لیے سکوت اختیار کرنا ہے''۔

(4) علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس کے معنیٰ بیان کرتے ہیں۔ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ جهراً او سراً، فاستمعوا له عند الجهر وانصتوا له مطلقاً لعلکم تُرحمون. (فتح الملهم ج ۲ ص ۲۱ طبع قدیم). ''جب جہری یا سری طریقے سے قرآن پڑھا جائے، تو جہر کے وقت کان لگا کر غور سے سنو۔ اور مطلقاً قراءت کے وقت خاموش رہو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے''۔ گویا استماع جہر کے ساتھ مخصوص ہے اور انصات کا حکم جہر اور سرّ دونوں کے ساتھ ہے، لہٰذا اس آیت سے جہری اور سری دونوں میں قراءت خلف الامام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

جمہور اہلِ اسلام کا کہنا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ قراءت خلف الامام بیان فرمایا ہے کہ جب امام قرآن کی قراءت کر رہا ہو، تو اس وقت مقتدیوں کا کام صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ اس کی طرف کان لگائے رکھیں اور خود خاموش رہیں۔ امام کا کام قراءت کرنا اور مقتدیوں کا کام خاموشی کے ساتھ توجہ کرنا، یعنی استماع اور انصات کرنا۔

سورت فاتحہ بھی اس حکمِ قرآنی میں شامل ہے

اس آیت میں مسئلہ قراءت خلف الامام کا بیان ہے۔ قراءت میں فاتحہ اور سورت دونوں شامل ہیں۔ امام پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھتا ہے اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتا ہے۔ اس سورت کا نام ہی فاتحہ اسی لیے ہے کہ قرآنِ مجید کی قراءت بھی اسی سورت سے شروع ہوتی ہے اور نماز کی ہر رکعت کی قراءت بھی اسی سے شروع ہوتی ہے 3/4 (دیکھئے تفسیر ابن کثیر ۱/۹)

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کا یہ حکم قرآنِ حکیم سننے کے لیے ہے اور سورت فاتحہ قرآنِ مجید سے الگ ہے اس لئے جب امام سورۃ فاتحہ کے بعد سورت پڑھے تو سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے سورۃ الفاتحہ کی قراءت کے وقت یہ حکم نہیں ہے۔ ان کی یہ بات غلط اور خلافِ حقیقت ہے۔ حالانکہ یہ صریحاً حدیث نبویہ کا انکار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ "الحمد" سے لے کر "والناس" تک سب قرآن ہے۔ قرآنِ کریم، صحیح احادیث، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہ اللہ کے اقوال کے مطابق اس کا اوّلین مصداق سورت فاتحہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعاً مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ (الحجر:۸۷) "اور ہم نے تمہیں سات آیتیں (سورت فاتحہ) ایسی دے رکھی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں، اور عظمت والا قرآن عطا کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" اُمّ القرآن هی السبع المثانی والقرآن العظیم". (بخاری کتاب التفسیر: سورۃ الحجر ح ۴۷۰۴) "ان سات آیتوں کا اور قرآن عظیم کا مصداق سورت فاتحہ ہے"۔

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: فهذا نص

فی ان الفاتحة السبع المثانی والقرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر ۲/ ۲۱۳) "ترجمہ: یہ روایات اس بات پر نص ہیں کہ سبع مثانی اور قرآن مجید کا اولین مصداق سورت فاتحہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ "واذا قُرِیٔ القُرآن" کا صحیح، اصلی اور بالذات مصداق صرف سورت فاتحہ ہے۔ لہٰذا یہ حکم سورت فاتحہ پر خصوصاً اور دیگر سورتوں پر عموماً حاوی ہے۔ اور اس لحاظ سے مقتدیوں کو امام کے پیچھے سورت فاتحہ کا ترک کرنا اصل ہوگا۔ اور باقی سورتوں کو ترک کرنا اس کی فرع۔

دیگر احادیث سے تائید:

درج ذیل احادیث سے بھی یہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔

(1) امام بخاری نے باب ما یقرأ بعد التکبیر میں حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا (ثناء) تکبیر اور قراءت کے درمیان پڑھتے تھے۔ (بخاری ح ۸۴۴؛ مسلم ۱/ ۲۱۹؛ مسند احمد ۲/ ۲۳۱؛ ابو داود ۱/ ۱۱۳؛ نسائی ح ۸۹۶؛ ابن ماجہ ۱/ ۵۸؛ ابوعوانہ ۲/ ۹۸)۔ دعا (ثناء) تکبیر تحریمہ اور سورت فاتحہ کے درمیان ہی پڑھی جاتی ہے۔ تو قراءت کا لفظ سورۃ الفاتحہ کے لیے ہے۔

(2) اسی باب میں امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث بھی بیان کرتے ہیں۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے شروع کرتے تھے"۔

(بخاری ح ۸۴۳)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ [جب امام ہوتے تو] قراءت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے شروع کرتے تھے۔

(مسلم ۱/ ۱۷۲؛ ترمذی ح ۲۴۶؛ ابوداود؛ مسند احمد ۳/ ۱۰۱)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے اور

قراءت اَلْحَمْدُ للّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے شروع کرتے تھے۔

(مسلم ۱۹۴/۱؛ احمد ۳۱/۶؛ ابوداود ۱۲۱/۱)

(5) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ قراءت اَلْحَمْدُ للّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے شروع کرتے تھے۔ (ابن ماجہ ص ۵۹)

(6) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ دوسری رکعت سے اٹھتے تو قراءت اَلْحَمْدُ للّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے شروع فرماتے اور کوئی سکتہ نہ فرماتے تھے۔ (مسلم ۲۱۹/۱؛ حاکم ۲۱۵/۱)

(7) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ [جب امام ہوتے تو] قراءت اَلْحَمْدُ للّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے شروع کرتے تھے۔ (ترمذی ۵۷/۱)

(8) امام بخاری نے ایک باب کا عنوان رکھا باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوات الخ ۔اس باب میں نماز کی قراءت کو بیان کیا ہے اور اس میں امام بخاری رحمہ اللہ فاتحہ والی حدیث بھی لائے ہیں۔ اگر فاتحہ قراءت نہیں تو قراءت کے اس باب میں لانے کا کیا مقصد؟

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ سورت فاتحہ بھی قراءت ہے۔ فاتحہ سے قراءت کا شروع کرنا امت میں عمل کے لحاظ سے متواتر ہے۔ شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سورت فاتحہ قرآنِ مجید کی سب سورتوں سے افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا پڑھنا ہر نماز میں لازم قرار دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے (جو احادیث سے ثابت ہے) کہ تورات، انجیل اور زبور بلکہ قرآنِ مجید میں اس مرتبے اور فضیلت والی اور کوئی سورت نازل نہیں کی گئی۔ یہ بات ناقابل قبول ہے کہ استماع اور انصات کا حکم سورت فاتحہ کے بغیر ہو۔ حالانکہ استماع اور انصات کی آیت کا حکم سورت فاتحہ کو شامل ہے کہ اس میں ''القرآن'' مطلق ہے اور سورت فاتحہ اس کا ایک حصہ ہے۔ اس آیت کا حکم قرآن پاک کی سب سورتوں کو عام ہے اور سورۃ فاتحہ قرآن پاک کی سورتوں میں سے ایک فرد ہے۔ علاوہ بریں سورت فاتحہ کی قراءت اکثر اور

مشہور ہے اور یہ تمام سورتوں سے افضل ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں:

فان قوله "وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْآنُ" یتناولها ولا یتناولها غیرها اظهر لفظاً و معنیً "یعنی وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْآنُ کی آیت جس طرح اپنی لفظی اور معنوی حیثیت سے سورت فاتحہ کو شامل ہے اس طرح وہ قرآن کی کسی دوسری سورت کو شامل نہیں ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ۲/۱۴۳)

الغرض جناب رسول اللہ ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہ اللہ اور آئمہ ہدیٰ رحمہ اللہ نے اس آیت سے یہی مفہوم لیا ہے کہ جب مقتدی کو خود قراءت کرنے کی بجائے امام کی قراءت کی طرف متوجہ ہونے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے تو اس سے خود بخود یہ لازم آتا ہے کہ مقتدی پر قراءت فرض نہیں، بلکہ اس کا فریضہ امام کی قراءت کی طرف متوجہ ہونا اور خاموش رہنا ہے۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ امام کی قراءت صرف اس کی اپنی ذات کے لیے نہیں، بلکہ پوری جماعت کی طرف سے ہے، ورنہ مقتدیوں کو امام کی قراءت کے استماع وانصات کا حکم نہ دیا جاتا۔ بلاشبہ قراءت نماز میں فرض ہے، مگر مقتدی اس فرض کو خود اپنی زبان سے ادا نہیں کرے گا، بلکہ اس کا یہ فرض امام کی زبان سے ادا ہوگا، اور امام کی قراءت مقتدی ہی کی قراءت سمجھی جائے گی۔ اس آیت میں خاموشی کا حکم ہے، اور اس پر عمل اُسی صورت میں ممکن ہے جب مقتدی خود نہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اس شخص کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو نماز میں قرآن کو غور سے سنے اور خاموش رہے۔

قرآن میں صلوٰۃ الخوف کے طریقے سے دلیل:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن

تَضَعُوۡٓا اَسۡلِحَتَكُمۡ وَخُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا﴾

(النساء:١٠٢)

ترجمہ: ''اور (اے پیغمبر!) جب تم ان کے درمیان موجود ہو اور انہیں نماز پڑھاؤ تو (دشمن سے مقابلے کے وقت اس کا طریقہ یہ ہے کہ) مسلمانوں کا ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے، اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لے۔ پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو تمہارے پیچھے ہو جائیں، اور دوسرا گروہ جس نے ابھی تک نماز نہ پڑھی ہو آگے آجائے۔ اور وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے۔ اور وہ اپنے ساتھ اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لے۔ کافر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ، تو وہ ایک دم تم پر ٹوٹ پڑیں۔ اور اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو۔ ہاں اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ لے لو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

صلوٰۃ الخوف سے استدلال:

فقہاء اس نماز کو ''صلوٰۃ الخوف'' کہتے ہیں۔ ایک گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پوری کر کے دشمن کے سامنے جائے گا، دوسرا وہاں سے چل کر امام کے پاس آئے گا۔ غور کریں میدانِ جنگ میں امام دشمن سے کم از کم دو سو میٹر تو دور ہوگا، بتایئے ایسی حالت میں دوسری جماعت کو امام کے ساتھ سورت فاتحہ کیسے ملے گی؟ اگر امام کے ساتھ مقتدی پر سورت فاتحہ فرض ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایسی نماز کا حکم کیوں دیتا، جس میں مقتدی کو سورت فاتحہ مل ہی نہیں سکتی۔

روایات سے تائید:

نماز خوف کی روایات میں مقتدیوں کی تکبیر کا ذکر بھی ہے اور رکوع سجدے اور سلام کا بھی لیکن قراءت خلف الامام کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ صلوۃ الخوف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ، فَكَبَّرَ وَ كَبَّرُوْا مَعَهٗ، وَ رَكَعَ وَ رَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ ثُمَّ سَجَدَ وَ سَجَدُوْا مَعَهٗ، ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوْا وَحَرَسُوْا اِخْوَانَهُمْ، وَ اَتَتِ الطَّائِفَةُ الاُخْرٰی فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوْا مَعَهٗ، وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِیْ صَلَاةٍ وَلٰكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً (بخاری ح ۹۴۴)

ترجمہ: ''جناب نبی کریم ﷺ نے نماز کے لیے قیام کیا۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ قیام کیا، پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور لوگوں نے تکبیر کہی۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا تو ان میں سے کچھ لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ رکوع کیا۔ پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور انہوں نے سجدہ کیا۔ پھر آپ ﷺ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو جنھوں نے سجدہ کیا، وہ کھڑے ہوئے اور اپنے ساتھیوں کی حفاظت کرنے لگے اور دوسری جماعت آئی انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا۔ سب لوگ نماز میں تھے لیکن بعض بعض کی حفاظت کر رہے تھے''۔

غور فرمائیں! اس صحیح روایت کے اندر بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قراءت خلف الامام کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پیچھے قراءت نہ کرتے تھے۔ کتب حدیث میں صلوٰۃ الخوف کی جتنی بھی روایات بیان ہوئی ہیں ان میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقتدیوں کے قیام، تکبیر، رکوع، سجدہ، قعدہ اور سلام کا ذکر موجود ہے مگر قراءت کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ ان روایات سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو رکعت بعد میں ادا کی اس کے اندر بھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی وجہ سے قراءت نہیں کی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قراءت نہیں کی، اگر کی ہوتی تو صلوٰۃ الخوف کی کسی روایت میں اس کا ذکر آجاتا۔ (دیکھئے کتاب الآثار رقم الحدیث ۱۹۴، ۱۹۵)

سری نماز میں انصات کا ثبوت:

یہ آیات حدیبیہ میں عصر کی نماز سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۶۰۳)۔

عصر کی نماز میں قراءت سری ہوتی ہے۔اس نماز میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قراءت کرنا نہ پایا گیا۔(کتاب وارکعوا مع الراکعین ص ۷۶،۷۵)

سورۃ بنی اسرائیل سے دلیل:

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾

(بنی اسرائیل: ۱۱۰)

''اور تم اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز سے پڑھو، اور نہ بہت پست آواز سے، بلکہ ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار کرو''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ مکہ شریف میں چھپ کر رہ رہے تھے۔جناب رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں جماعت کراتے تو قرآن پاک اتنی بلند آواز سے تلاوت فرماتے کہ کافر سن کر گالیاں بکنا شروع کر دیتے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ. اپنی قراءت کو اتنا بلند آواز سے نہ پڑھو کہ مشرکین سن کر گالیاں دینے لگیں۔ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا اور نہ ہی اتنا آہستہ پڑھو کہ آپ ﷺ کے مقتدی صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی قراءت نہ سن سکیں۔ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا. بلکہ ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار کرو۔

(بخاری ح ۴۷۲۲، ۷۴۹۰، ۷۵۲۵، ۷۵۴۷)۔

اس حدیث شریف اور آیتِ کریمہ سے صاف واضح ہوگیا کہ امام کا جہری قراءت کا مقصد ہی مقتدیوں کو سنانا ہے۔اور یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں قرآن سنا کرتے تھے نہ کہ خود پڑھا کرتے تھے۔

سورۃ بقرہ سے دلیل:

(1) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ (البقرہ: ۴۳)

ترجمہ: ''اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''۔

استدلال:

اس آیت میں نماز باجماعت کا ذکر ہے۔ نماز باجماعت میں قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ سب کچھ ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بالخصوص رکوع کا ذکر فرمایا۔ ''اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''۔ یوں نہ فرمایا: سجدہ کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرو۔ یوں بھی نہ فرمایا: قیام کرنے والوں کے ساتھ قیام کرو۔ اور یوں بھی نہ فرمایا: قراءت کرنے والوں کے ساتھ قراءت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے صرف رکوع کا ذکر کسی حکمت سے ہی کیا ہے۔ اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جانے سے رکعت ہو جاتی ہے۔ امام کے ساتھ سجدے میں مل جانے سے رکعت نہیں ہوتی۔ اگر قیام اور قراءت کا وقت نکل بھی جائے تو بھی رکعت ہو جاتی ہے جبکہ رکوع مل جائے۔

(باب سوم مدرک رکوع کا حکم قرآن وحدیث کی روشنی میں)

پھر سورت فاتحہ کی قراءت کا حکم کیوں نہ دیا حالانکہ امام کے ساتھ سورت فاتحہ پڑھنے والے کو رکوع تو ساتھ مل ہی جائے گا لیکن محض رکوع میں مل جانے سے سورت فاتحہ تو نہ ملے گی۔ اگر قراءت فاتحہ اتنی ضروری ہوتی تو اس کا ذکر لازمی ہوتا۔ معلوم ہوا کہ قراءت کو ذکر نہ کرنے اور رکوع ذکر کرنے کی حکمت یہی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جانے سے رکعت ہو جاتی ہے۔

سورۃ آل عمران سے دلیل:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾.

(آل عمران: ۴۳)

ترجمہ: ''اے مریم! تم اپنے رب کی عبادت میں لگی رہو، اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع بھی کیا کرو۔''

غور کیجیے کہ یہاں بھی یہ تو نہیں فرمایا کہ سجدہ کر سجدہ کرنے والوں کے ساتھ، بلکہ

یہی فرمایا: رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جیسے راکعین خدا کے آگے رکوع کرتے ہیں، تو بھی اسی طرح رکوع کرتی رہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر۔ اور چونکہ کم از کم رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہونے والا اس رکعت کو پانے والا سمجھا جاتا ہے۔ شاید اس لیے نماز کو بعنوان رکوع تعبیر کیا گیا، **کما یفھم من کلام ابن تیمیۃ فی فتاواہ. واللہ اعلم**'' (تفسیرِ عثمانی حاشیہ آیت ۴۳)
تو جو شخص رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ شریک ہوجائے اس کی وہ رکعت مکمل شمار ہوتی ہے حالانکہ اس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی ہوتی۔ یہ بڑی واضح اور صریح دلیل ہے کہ قراءت فاتحہ مقتدی پر فرض نہیں ہے۔ جب کہ روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے، اور جمہور اسلاف امت کا مسلک بھی یہی ہے۔

باب دوم:

قراءت خلف الامام احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں

سنتِ رسول اللہ ﷺ کی اہمیت:

ہدایت کا دوسرا سرچشمہ سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے۔ حدیث سے مراد جناب رسول اللہ ﷺ کا قول فعل اور تقریر ہے تقریر کیا ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ اعمال جو آپ ﷺ کی موجودگی میں ہوئے ہوں اور آپ ﷺ نے ان پر کسی قسم کا انکار نہ کیا ہو تو آپ کا انکار نہ کرنا ان کے جواز کی دلیل ہے اس کو تقریر کہتے ہیں:

ارشاد باری ہے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ (النجم: ۳،۴)

اور آپ ﷺ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے۔ یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

قرآنِ مجید میں حدیث شریف کے دلیل و حجت ہونے کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ. إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (الحشر: ۷)

اور رسول اللہ ﷺ تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں، اس سے رک جاؤ، اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

سنتِ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی ایسی ہی ضروری ہے جیسی کتاب اللہ کی۔ اس لیے دونوں کی پیروی حکمِ الٰہی کی پیروی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی خود

اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ٨٠)

ترجمہ: ''اور جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے سنت پر عمل پیرا ہونے اور اس کو مضبوطی سے پکڑنے کی اشد تاکید فرمائی ہے۔ اور اس کی پیروی نہ کرنے پر انتہائی ناراضگی فرمائی ہے۔

(1) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے جناب رسول اللہ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑا تو تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک کتاب اللہ اور دوسری سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے''۔

(صحیح لغیرہ: مستدرکِ حاکم ح ٣٢٣؛ سنن الکبریٰ للبیہقی ح ٢٠٣٣٦؛ موطا امام مالک ح ٢٨٢٩)

(2) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر میں بھی لعنت کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت نازل کرے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو میری سنت کو چھوڑ دے''۔

(مستدرکِ حاکم ح ١٠٩، قال الحاکم والذھبی صحیح؛ ترمذی ح ٢١٥٤؛ ابنِ حبان ح ٥٧٤٩)

(3) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ایک خاص موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ میرا نہیں ہے''۔ (بخاری ح ٥٠٦٣)

جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاداتِ طیبہ، قرآنِ کریم کی شرح وتفسیر ہیں۔ ذیل میں آپ ﷺ کی قولی اور فعلی احادیث بیان کی جاتی ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ امام کے ذمہ تلاوت کرنا اور مقتدی کا خاموش رہنا ہی سنت طریقہ ہے۔
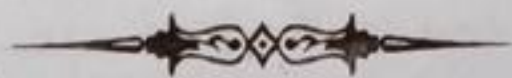
بخاری شریف کی احادیث

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت نہ کرنا:

حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر بنایا گیا تو

قَامَ عَلَیہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حِیْنَ عُمِلَ وَوُضِع، فاستقبل القبلۃ، کَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَہٗ فقرأ وَ رَکَعَ ، وَ رَکَعَ النَّاسُ خَلْفَہٗ ، ثمّ رفع راسہٗ ثمّ رجع القھقریٰ فسجد علی الارض، ثُمَّ عاد علی المنبر ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَکَعَ ثُمَّ رَفَعَ راسہٗ ثُمَّ رَجَعَ قَھْقَریٰ حَتّٰی سَجَدَ بِالارْض. (بخاری: رقم الحدیث ۳۷۷)

ترجمہ: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب منہ کر کے اللہ اکبر کہا لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ پھر آپ نے قراءت کی اور رکوع کیا اور لوگوں نے رکوع کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے پیچھے ہٹ آئے۔ تو زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ منبر کی طرف لوٹ آئے۔ پھر آپ نے قراءت کی، پھر رکوع کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے پیچھے ہٹ آئے۔ یہاں تک کہ زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا۔“

بخاری شریف کی اس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت اور رکوع دونوں کا ذکر ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صرف رکوع کا ذکر ہے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس وقت قراءت کی ہوتی تو راوی اس کو ذکر کرتے۔ راویوں کا اس کو ذکر نہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔

② نماز خوف کی روایات:

نماز خوف کی روایات میں مقتدیوں کی تکبیر کا ذکر بھی ہے اور رکوع سجدے اور سلام کا بھی لیکن قراءت خلف الامام کا ذکر کہیں بھی نہیں ملتا۔امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عن ابن عباسٍ قال: قَامَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَامَ النَّاسُ مَعَه، فَكَبَّرَ وَ كَبَّرُوْا مَعَه، وَ رَكَعَ وَ رَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ ثُمَّ سَجَدَ وَ سَجَدُوْا مَعَه، ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوْا وَحَرَسُوْا اِخْوَانَهُم، وَ اَتَتِ الطَّائِفَةُ الاخرىٰ فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوْا مَعَه، وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلٰوةٍ وَلٰكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً. (بخاری ح ۹۴۴)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور لوگوں نے تکبیر کہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو ان میں سے کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور انہوں نے سجدہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو کھڑے ہوئے وہ جنہوں نے سجدہ کیا اور اپنے ساتھیوں کی رکھوالی کی اور دوسری جماعت آئی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا سب لوگ نماز میں تھے لیکن بعض بعض کی حفاظت کر رہے تھے۔''

غور فرمائیں! اس صحیح روایت کے اندر بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قراءت خلف الامام کا ذکر نہیں معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت نہ کرتے تھے۔اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول امام کے پیچھے قراءت کرنے کا ہوتا تو کسی روایت میں تو اس کا ذکر آ جاتا۔

امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''زیرا کہ خواندن فاتحہ با امام در صحابہ رضی اللہ عنہم شائع نبود''

(مصنف ج ۱ ص ۱۳۱ طبع رحیمیہ دہلی) ترجمہ: ''چنانچہ امام کے ساتھ فاتحہ کا پڑھنا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شائع نہ تھا'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۶۶)۔

۳ آمین کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث:

عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ''اذا أَمَّنَ الْقَارِئُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُؤَمِّنُ، فمن وافق تأْمِينُهُ تأمينَ الملائكة غُفِرَ له ما تقدَّم من ذنبه'' (صحیح بخاری کتاب الدعوات. باب التأمین حدیث نمبر ۶۴۰۲).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب قرآن پڑھنے والا آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، بیشک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ پس جس کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے موافق ہوگا۔ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے''۔

اس حدیث سے درجِ ذیل امور معلوم ہوئے:

(1) اگر مقتدیوں پر بھی سورت فاتحہ فرض ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اذا قلتم ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ'' فقولوا آمین. کہ جب تم خود ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ'' پڑھا کرو تو آمین کہا کرو۔ ''قال'' واحد کا صیغہ امام کے لیے استعمال فرمایا کہ صرف امام فاتحہ پڑھے اور ''قولوا آمین'' جمع کا صیغہ استعمال فرمایا کہ سب مقتدی بھی آمین کہیں۔

(2) یہ حدیث نماز باجماعت کے بارہ میں بالکل واضح ہے۔

(3) اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ''قاری''، یعنی قرآن پڑھنے والے کا اطلاق صرف امام پر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ باجماعت نماز میں قرآن پڑھنا صرف امام کی ذمہ داری ہے اور اگر امام و مقتدی سب کے ذمہ پڑھنا ہوتا تو امام ہی کو قاری نہ کہا جاتا۔

(4) یہاں امام کو قاری فرمایا۔ وہ بھی اس سورت میں جو اس نے آمین کہنے سے پہلے پڑھی ہے۔ یعنی سورت فاتحہ کا قاری صرف اکیلا امام ہوگا اور آمین سب مقتدی کہیں گے۔

(5) پورے ذخیرہ حدیث میں کہیں آپ ﷺ نے مقتدی کو قاری نہ فرمایا۔

(6) جناب رسول اللہ ﷺ نے مقتدیوں کو آمین کہنے کا تو حکم دیا، جو سنت ہے۔اور یہ نہ فرمایا: "اذا قرأ الفاتحة فاقرؤا الفاتحة" کہ جب امام فاتحہ پڑھے تو تم بھی فاتحہ پڑھو۔گویا معاذ اللہ فرض کا درجہ سنت سے بہت گرا دیا۔
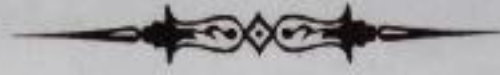
مسلم شریف کی حدیث سے تائید

عن ابی هریرةؓ انّ رسول الله ﷺ قال: " اذا قال القَارِئُ: غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمُ وَلاَ الضَّالِّين، فقال من خلفهُ: آمين، فوافق قولُهُ قولَ اهل السماء، غُفِر له ما تقدّم من ذنبه"۔

(صحیح مسلم، باب التسمیع والتحمید والتامین ح ۹۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب قرآن پڑھنے والا غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمُ وَلاَ الضَّالِّين کہے اور اسکے مقتدی آمین کہیں تو جس کی آمین آسمان والوں کی آمین کے موافق ہوگئی اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے"۔

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور قابلِ غور ہیں:

(1) گزشتہ حدیث کی طرح یہ حدیث بھی بڑی واضح ہے جو کہ نماز باجماعت کے بارہ میں ہے اور اس میں بھی صرف امام کو "قاری" یعنی قراءت کرنے والا قرار دیا گیا ہے تو امام کے علاوہ باقی سب قراءت کے وقت خاموش رہیں۔ البتہ جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہیں۔ سو اب اگر امام کی طرح مقتدی بھی پڑھنے لگ جائیں تو ان حدیثوں کی مخالفت لازم آئے گی۔

(2) الغرض صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کی ان دو حدیثوں سے بھی واضح ہو گیا کہ نماز باجماعت میں قرآن کریم کی قراءت کرنے والا امام ہی پڑھنے والا ہوتا ہے۔ مقتدی اس وقت خاموش رہتے ہیں۔

(3) آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جب امام غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمُ وَلاَ الضَّالِّين کہے تو تم (اے مقتدیو!) آمین کہو۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ قراءت فقط امام کا

کام ہے، مقتدی کا نہیں۔ ورنہ تو آپ ﷺ اول تو سب کو قاری قرار دیتے، دوسرے مقتدیوں سے کہتے کہ جب تم لوگ غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْن کہہ چکو، تو آمین کہو۔ مگر آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا: جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْن کہے تو تم آمین کہو۔

(4) ظاہر ہے کہ فرشتے خود تلاوت نہیں کرتے، بلکہ امام کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے آمین میں فرشتوں کی موافقت کا حکم فرمایا ہے۔ اسی پر گناہوں کی بخشش کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس وعدے کو صرف آمین کہنے پر معلق فرمایا ہے، نہ کہ خود اپنی قراءت کرنے پر، بلکہ امام کو ''القاری'' کہہ کر اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ قراءت کرنا امام کا منصب ہے، نہ کہ مقتدی کا، مقتدی کا منصب امام کی قراءت کو سننا اور خاموش رہنا ہے۔

پس چاہیے کہ مقتدیوں کی آمین بھی امام کے پیچھے سورت فاتحہ کی قراءت کے بغیر ہی ہو (یعنی صرف آمین ہو)، تاکہ مقتدیوں اور فرشتوں کی آمین میں توافق ہو سکے۔ اس بات سے بھی ثابت ہوا کہ قراءت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔ نیز ملائکہ کی آمین اونچی آواز سے نہیں ہوتی۔ لہٰذا اونچی آمین کہنے سے فرشتوں کی موافقت نہیں ہوگی۔

۴ حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بیعت عقبہ میں شریک تھے فرماتے ہیں:

﴿بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَأَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ حَیْثُ كُنَّا (بخاری ج۲ص۱۰۶۹، نسائی طبع بیروت ج۷ص۱۳۹ واللفظ لہ مؤطا طبع بیروت ج۲ص۴۴۶ وطبع مجتبائی ص۱۶۷،) ترجمہ: ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی سننے اور ماننے پر، تنگی میں اور آسانی میں پسندیدہ اور ناپسندیدہ چیزوں پر اور یہ کہ ہم نزاع نہ کریں اولوالامر سے اور یہ کہ ہم حق بات کا اعلان کریں جہاں کہیں ہوں''۔

استدلال:

جس طرح حاکم کے معاملات میں دخل اندازی منع ہے اسی طرح جو شخص جس کام کا ذمہ دار ہے اسے کرنے دیا جائے اس کے کام میں رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہیے اور نماز با جماعت میں قراءت امام کا کام ہے باجماعت نماز میں ائمہ کرام ہی قراءت کے اولوالامر ہیں۔لہٰذا امام کی اقتداء میں رہتے ہوئے قراءت کرنا اولوالامر کے ساتھ نزاع میں داخل ہے اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے اس بات کی تائید اس چیز سے بھی ہوتی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز کے اندر قراءت کی تو نبی کریم ﷺ نے ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا ﴿مَا لِیُ أنَـازَعُ فِی الْقُرْآنِ﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۷۵) (کیا وجہ کہ میرے ساتھ قرآن کے بارے میں نزاع کیا جارہا ہے)

﴿۵﴾ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث:

عن عبادة بن الصامت، قال: قال رسول الله ﷺ "لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ". متفق عليه. وفی رواية لمسلمٍ "لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَصَاعِدًا"

(مشکوٰة ح ۸۲۲ واللفظ له؛صحیح بخاری ح ۷۵۶؛ صحیح مسلم ح ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷؛ ترمذی ح ۲۴۷)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورت فاتحہ اور (اس کے بعد قرآن میں سے) کچھ اور نہ پڑھے"۔

یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے لیکن یہ منفرد یا امام کے بارے میں ہے۔جیسا کہ مقدمہ میں گزرا۔ [الحمد للہ ہم فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتروں، سنتوں اور نفلوں کی ہر رکعت میں سورت فاتحہ اور اگلی سورت پڑھتے ہیں اور فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں صرف سورت فاتحہ پڑھتے ہیں]

استدلال:

اس حدیث پاک سے استدلال یوں ہے کہ منفرد اور امام کو تو یہ حکم ہے کہ سورت فاتحہ اور اگلی سورت نماز میں پڑھے مگر مقتدی کیلئے ایسا حکم کسی آیت یا حدیث میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ اس کو امام کے پیچھے خاموش رہنے کا حکم موجود ہے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث امام اور منفرد کیلئے ہے

سوال: آپ نے کیسے کہہ دیا کہ یہ حدیث امام اور منفرد کیلئے ہے؟

جواب: ہم نے نہیں کہا، ہم تو نقل کرنے والے ہیں کہنے والے تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہ اللہ اور ائمہ متبوعین ہیں۔ ذیل میں چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

(1) امام ترمذی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تحقیق یوں نقل کرتے ہیں:

واما احمد بن حنبل فقال: معنیٰ قول النبی علیہ السلام: "لاصلوٰة لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب" . اذاكان وحده' . واحتجّ بحديث جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ حيث قال: "من صلّىٰ ركعةً لم يقرأ فيها بأم القرآن فلم يصل، الّاان يكون وراء الامام" . قال احمد: فهٰذا رجل من اصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم تأوّل قولَ النبي صلی اللہ علیہ وسلم "لاصلوٰة لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب" انّ هذا اذاكان وحده' .

(ترمذی : ترک القراءة خلف الامام تحت ح ٣١٢)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "لاصلوٰة لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب" کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو، تو سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اس کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "جس نے ایک رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوگی۔ مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو"۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا مفہوم وہی ہے جو ایک جلیل القدر صحابی نے سمجھا ہے کہ "لاصلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب" والی حدیث منفرد کے

بارے میں ہے۔

(2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے لیے ہے مقتدی کو قراءت کا حکم نہیں کیونکہ امام قراءت کرتا ہے اور امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہوتی ہے۔

عن نافع، اَنَّ ابنَ عُمَر رضی اللہ عنہما کان اذا سُئِلَ ھَلْ یَقْرَأُ احدٌ خَلفَ الامامِ؟ قال: اذاصلّٰی احدُکم خَلْفَ الامام فحسبہ قِرأۃُ الامامِ، واذا صَلّٰی وَحْدَہٗ فَلْیَقْرَأْ. قال: وکان عبدُ اللہ بنُ عُمَرَ لایَقْرَأُ خلف الامام.

(صحیح. مؤطاامام مالک: ترک القرأۃ خلف الامام ح ۲۳۴؛ موطاامام محمد ح ۱۱۲؛ طحاوی ح ۱۲۸۳؛ عبد الرزاق ح ۲۸۱۱، ۲۸۱۲، ۲۸۱۴، ۲۸۱۵ ؛ بیھقی ح ۲۹۰۱، ۲۹۰۳، ۲۹۰۴؛ دار قطنی ج ۱ ص ۱۵۴؛ سندہ صحیح نصب الرایۃ ج ۲ ص ۱۲)

ترجمہ: ''حضرت نافع فرماتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جاتا کہ کیا مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو امام کی قراءت اس کے لئے کافی ہے۔ البتہ جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو پھر قراءت کرے حضرت نافع فرماتے ہیں کہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔''

(3) حضرت سفیان رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے۔ ابوداؤد شریف میں ہے۔ عن عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ''لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً''. قال سفیانُ: لمن یصلی وحدہٗ.

(ابو داؤد من ترک القراءۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب ح ۸۲۲)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص سورۃ فاتحہ اور اس کے آگے کچھ اور نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے، جو اکیلا

نماز پڑھ رہا ہو۔

(4) امام اسمٰعیلی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے

(بذل المجہود ۳۸/۵)

(5) امام موفق الدین ابن قدامہ الحنبلی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث صحیح ہے تو وہ غیر مقتدی پر محمول ہے (مغنی ۶۰۶/۱ طبع بولاق)

حضرت عبادہ بن صامت قراءت خلف الامام کے قائل نہ تھے

اشکال: مشہور ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے آپ کیسے کہتے ہیں کہ یہ حدیث مقتدی کے بارے میں نہیں ہے؟

جواب: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی اولوالامر سے نزاع نہ کرنے پر اور نماز باجماعت میں قراءت کا حکم امام کو ہے اس کی اقتدا میں رہتے ہوئے قراءت کرنا اولوالامر کے ساتھ نزاع میں داخل ہے اس لئے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ امام کے پیچھے قراءت کریں۔ بلکہ وہ تو مقتدی کو امام کے پیچھے سری قراءت کی بھی اجازت نہ دیتے تھے امام بیہقی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّهٗ رَاٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَاَتَاهُ فَاَخَذَهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ لَا تَشَبَّهُوْا بِهٰذَا وَاَمْثَالِهٖ اِنَّهٗ لَا صَلَاةَ اِلَّا بِاُمِّ الْكِتَابِ فَاِنْ كُنْتَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَاقْرَاْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ وَاِنْ كُنْتَ وَحْدَكَ فَاَسْمِعْ اُذُنَيْكَ وَلَا تُؤْذِ مَنْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَلَا مَنْ عَنْ يَسَارِكَ

(سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۸)

ترجمہ: ”حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع سجدہ پورا نہیں کر رہا تھا آپ اس کے پاس آئے اس کے ہاتھ کو پکڑا پھر فرمایا: ”اس کی اور اس جیسوں کی مشابہت نہ کرو۔ اگر تو امام کے پیچھے ہو تو اپنے دل میں پڑھ۔ اگر اکیلا ہو تو اپنے کانوں کو سنا اور اپنے دائیں بائیں والوں کو ایذا نہ پہنچا“۔ اس کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: وَمَذْهَبُ عُبَادَةَ فِيْ ذٰلِكَ مَشْهُوْرٌ (ایضاً) ترجمہ: حضرت عبادہ کا مذہب اس بارے میں مشہور ہے۔“

نبی کریم ﷺ کے فرمان سے تائید:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف اپنے چہرۂ انور کے ساتھ متوجہ ہوئے اور تین مرتبہ فرمایا: اَتَقْرَءُوْنَ خَلْفَ اِمَامِکُمْ وَالْاِمَامُ یَقْرَأُ ''کیا تم اپنی نمازوں میں جب امام قراءت کرتا ہے قراءت کرتے ہو'' تو ایک یا زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم ایسا کرتے ہیں آپ نے فرمایا: فَلَا تَفْعَلُوْا لِیَقْرَأْ اَحَدُکُمْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ فِیْ نَفْسِهٖ (مسند ابی یعلی موصلی ج۳ص۱۹۳ سنن کبری ج۲ص۱۶۶، قال الهیثمی رجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۲ص۱۱۰) تم نہ کیا کرو، تم میں سے ایک سورت فاتحہ اپنے جی میں پڑھ لیا کرے۔
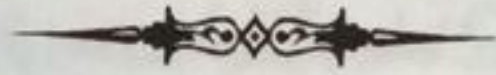
مسلم شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث

صحیح مسلم شریف کی درج ذیل حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ نے امام اور مقتدی کی ذمہ داریوں کا تعین فرمادیا ہے۔ بعض میں تو امام اور مقتدی شریک ہیں جب کہ بعض میں شریک نہیں۔ لہٰذا حکم نبوی کے مطابق امام اور مقتدی کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کرنی چاہیے۔

عن ابی موسیٰؓ قال: اِنَّ رسولَ الله ﷺ خطبنا فبیَّن لنا سُنَّتَنَا وعلَّمنا صلوٰتنا، فقال: "اذا صَلَّیتم فأَقیموا صُفُوفَکم، ثمّ لیَؤُمَّکم أحدُکم، فاذا کبّر فکبِّرُوا، واذا قال: غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّالِّین، فقولوا: آمین، یُجِبْکُمُ الله فاذا کَبَّرَ ورکع فکبّروا وارکعوا، فانَّ الامامَ یرکع قبلکم ویرفع قبلکم". فقال رسولُ الله ﷺ: "فتلک بتلک، واذا قال: سمع الله لمن حمده، فقولوا: اللّٰهُمَّ ربَّنا لک الحمدُ، یَسْمَعِ الله لکم، فانَّ الله تبارک وتعالیٰ قال علیٰ لسان نبیّه ﷺ: سَمِعَ الله لمن حمده، واذا کبّر وسجد فکبّروا وَاسْجُدُوْا. (صحیح مسلم ح ۹۰۳) وفی روایةٍ: "اذا قرأ فانصتوا" (صحیح مسلم ح ۹۰۴)

وفی روایةٍ: "اذا قمتم الی الصلوٰة فلیؤُمُّکم احدکم، واذا قرأ الامام فأنصتوا (مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۵؛ ابن ماجه ح ۸۴۷؛ صحیح سنن ابن ماجه ح ۶۹۰. ۸۴۷) وفی روایةٍ: "اذا کبَّر الامام فکبّروا، واذا قرأ فأنصتوا (مسند ابی عوانة ح ۱۶۹۶، ۱۶۹۷) وفی روایةٍ: "اذا قرأ الامام فأنصتوا، واذا قال: غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّالِّین، فقولوا: آمین

(مسند ابی عوانة، ح ۱۶۹۸)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا ،ہمیں سنت سکھائی اور ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کرلیا کرو۔ پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ **غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْن** پڑھ لے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا اور جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو۔ واضح رہے کہ امام تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے اور تم سے پہلے اٹھتا ہے جب امام **سمع اللّٰہ لمن حمدہ** کہے تو تم "**اللّٰھم ربنا لک الحمد** "کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول کرے گا چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے توسط سے یہ بتایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی تعریف کر کے دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو“۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اس لمبی حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی کتاب ”کتاب الصلوٰۃ“ میں بیان کرتے ہیں۔ اس کا ایک اقتباس یہ ہے۔

اِنَّ رسولَ اللہ ﷺ علَّمنا صلوٰتنا، و علَّمنا ما نقول فیھا. قال رسول اللّٰہ ﷺ: "اذا کبَّر الامام فکبِّروا، واذا قرأ فأنصتوا، واذا قال: غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْن، فقولوا: آمین. (کتاب الصلوٰۃ ص ۳)

بیشک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز کا طریقہ سکھایا۔ اور ہمیں بتایا کہ ہم نماز میں کیا پڑھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ **غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْن** پڑھ لے تو تم آمین کہو“۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوئے:

(1) اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ قراءت کرنا امام کا فریضہ ہے۔ مقتدیوں کا کام صرف خاموش رہنا ہے۔ چونکہ یہ روایت مطلق ہے۔ لہٰذا سرّی اور جہری تمام

نمازوں کو شامل ہے۔اور مقتدیوں کو کسی نماز میں امام کے پیچھے قراءت کرنے کی اجازت اور گنجائش نہیں ہے۔

(2) آپ ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ جب امام جہر کرے تو تم خاموش رہو، بلکہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔اور یہ حکم جہری اور سرّی نمازوں کو ایسا شامل ہے کہ اس میں کوئی ابہام نہیں۔

(3) صحیح مسلم شریف کی یہ حدیث فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں بالکل واضح ہے کیونکہ اِس میں نماز باجماعت کی تصریح ہے۔

(4) باجماعت نماز کے دوران امام اور مقتدی کے کاموں میں تعیّن کردیا گیا ہے اور جہاں دونوں کے کاموں میں فرق نہیں اس کی بھی وضاحت کردی۔مثلاً امام تکبیر تحریمہ کہے تو تم بھی تکبیر تحریمہ کہو وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو۔وہ تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو۔

(5) امام اور مقتدی کے متفرق کاموں کی وضاحت یوں کی کہ جب امام قراءت شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ سورۃ فاتحہ ختم کر کے وَلاَ الضَّآلِّیْن کہے تو تم آمین کہو، اس طرح جب امام سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہے، تو تم اللّٰھم ربنالک الحمد کہو۔

(6) اس حدیث پاک کے الفاظ اور اسلوب میں غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ باجماعت نماز میں قرآن پڑھنا صرف امام کی ذمہ داری ہے چونکہ ارشادِ نبوی ہے کہ جب امام قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ یہاں ایک طرف امام کو پڑھنے والا قرار دیا گیا ہے اور دوسری طرف مقتدیوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا مقتدی نہ تو سورۃ فاتحہ پڑھے نہ ہی کوئی اور سورۃ پڑھے۔نیز اس حدیث میں ارشاد ہے کہ جب امام "غَیْرِ المَغضُوبِ عَلَیھِمْ وَلاَ الضَّالِّیْن" تک پڑھ لے تو تم آمین کہو۔یہاں بھی پڑھنے والا امام ہی کو قرار دیا گیا ہے۔

(7) اِس حدیث میں سورۃ فاتحہ کی تصریح اور تعیین بھی موجود ہے۔کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔جب وہ پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ۔جب وہ غَیْرِ

الـمَغضُوبِ عَلَيہِمۡ وَلاَ الضَّالِّیۡن تک پہنچ جائے تو تم آمین کہو۔اب ظاہر ہے کہ تکبیر کے بعد اور ''غَیۡرِ الـمَغضُوبِ عَلَیۡہِمۡ وَلاَ الضَّالِّیۡن''تک جو کچھ پڑھا گیا ہے یہ سورۃ فاتحہ ہی تو ہے اور اسی دوران مقتدیوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا ہے۔

(8) الغرض حضور اکرم ﷺ کا حکم تو یہی ہے کہ جب امام تلاوت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔
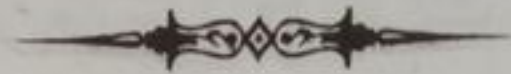
بعض اور احادیث

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم "اِنَّما جُعِلَ الامامُ لِيُؤتَمَّ بِهِ، فاذا كبَّر فكبِّرُوا، واذا قرَأَ فَانْصِتُوا. الحديث (سنن نسائی: باب تاويل قوله عز وجل ﴿وَاِذَاقُرِئَ الْقُرآنُ فَاسْتَمِعُوْالَه، وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْن﴾، ح ۹۲۲، ۹۲۳؛ وفی صحیح مسلم: فقال له ابوبكر: فحديث ابی هريرة رضی الله عنه، فقال: هو صحيح يعنی: "واذاقرأ فأنصتوا"، فقال: هو عندی صحيح¾

(صحیح مسلم شریف : باب التشهد فی الصلوة. ح ۹۰۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور اس کی اقتداء یہ ہے کہ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ''۔

امام مسلم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد ابوبکر نے امام مسلم رحمہ اللہ سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی بابت پوچھا تو امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ حدیث صحیح ہے یعنی جس میں واذاقرأ فأنصتوا کا جملہ آیا ہے وہ میرے نزدیک صحیح ہے''۔ (مسلم شریف)

سنن ابن ماجہ میں روایت یوں ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم "انَّما جُعِلَ الامامُ لِيُؤتَمَّ به، فاذا كبَّر فكبِّرُوا، واذا قرَأَ فَأَنْصِتُوا، واذاقال: غيرِ

الـمَـغـضُـوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّالِّين، فقولوا: آمين، واذا ركع فاركعوا، واذا قال: سمع الله لمن حمده، فقولوا: اللّٰهم ربنا ولك الحمد، واذا سجد فاسجدوا، واذا صلیٰ جالساً فصلوا جلوساً اجمعين".

(سنن ابن ماجه : باب اذاقرأ فانصتوا ح ۸۴۶)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "امام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور اس کی اقتداء یہ ہے کہ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، اور جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غَیرِ الـمَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّآلِّین کہے تو تم آمین کہو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب امام "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "اللّٰھم ربنا ولک الحمد" کہو۔ جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب بیٹھ کر نماز پڑھو"۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث اور یہ دونوں حدیثیں قرآنِ کریم کے ارشاد "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ". (سورۃ الاعراف: ۲۰۴) "جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگایا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحم ہو"۔ کی تشریح کرتی ہیں۔

ان احادیث میں قابلِ غور امور:

(1) ان احادیث میں اوّل سے لے کر آخر تک امام اور مقتدی کے فرائض کا ذکر کیا گیا ہے، مگر جس طرح یہ فرمایا: "جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رُکوع کرو"۔ اسی طرح یہ نہیں فرمایا گیا کہ جب وہ سورت فاتحہ پڑھے تو تم بھی سورت فاتحہ پڑھو، بلکہ اس کے برعکس یہ فرمایا گیا ہے کہ جب وہ قراءت شروع کرے تو تم خاموش رہو۔ اگر مقتدی کے ذمے قراءت ہوتی تو ممکن نہیں تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ذکر نہ فرماتے، جبکہ آپ سے کہیں بھی منقول نہیں کہ آپ نے فرمایا ہو جب امام قراءت کرے تو تم بھی قراءت کرو، تو امام کے فریضہ

قراءت کو ذکر کرنا، اور مقتدی کے حق میں اس کو ذکر نہ کرنا، اس امر کی بین دلیل ہے کہ قراءت صرف امام کا کام ہے، مقتدی کا نہیں۔

(2) پھر اسی پر اکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ صاف صاف یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ پس ایک طرف امام کے حق میں قراءت کا ذکر کرنا، اور دوسری طرف امام کی قراءت کے وقت مقتدی کو خاموشی کا حکم دینا، اس امر کی تصریح ہے کہ امام کی قراءت میں امام اور مقتدی دونوں شریک ہیں، اور یہ شرکت امام کی قراءت اور مقتدی کی خاموشی کے دوطرفہ عمل کی وجہ سے ہے۔ پس اگر مقتدی خاموشی اختیار نہ کرے بلکہ اپنی قراءت میں مشغول ہو جائے تو ایک تو وہ اپنے اس فریضے سے روگردانی کرنیوالا ہوگا، جو قرآنِ کریم اور حدیث نبوی نے اس کے لیے متعین فرمایا ہے، یعنی استماع وانصات۔ دوسرے ایسی حالت میں امام کی قراءت میں اس کی شرکت متصوّر نہیں ہو سکتی۔ جبکہ شریعت کا مقصد مقتدی کو امام کی قراءت میں شریک کرنا ہے

(3) مقتدی کو حکم دیا گیا ہے جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْن کہے تو مقتدی "آمین" کہے، جس سے ایک تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام کی قراءت شروع ہونے کے بعد مقتدی کو پہلی بار سورت فاتحہ کے ختم پر بولنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس سے قبل اس کے لیے سوائے خاموشی کے کوئی فریضہ مقرّر نہیں کیا گیا۔ دوسرے یہ کہ مقتدی، امام کی فاتحہ پر "آمین" کہنے کے لیے اسی لیے مامور کیا گیا کہ سورت فاتحہ میں جو درخواست امام پیش کر رہا ہے، وہ صرف اپنی طرف سے پیش نہیں کر رہا، بلکہ پوری قوم کے نمائندے کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے، اس لیے ختم فاتحہ پر تمام مقتدی "آمین" کہہ کر اس کی درخواست کی تائید کرتے ہیں۔

اگر یہ حکم ہوتا کہ امام اپنی فاتحہ پڑھے اور مقتدی اپنی اپنی پڑھیں، تو اس طرح اجتماعی "آمین" کہنے کا حکم نہ دیا جاتا، بلکہ اگر ہوتا تو ہر ایک کو اپنی اپنی فاتحہ پر "آمین" کہنے کا حکم ہوتا۔ پس جب نبی اکرم ﷺ نے امام اور مقتدی سب کو امام کی فاتحہ پر "آمین" کہنے کا حکم فرمایا۔ تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ نماز باجماعت

میں سورت فاتحہ پڑھ کر درخواست کی جاتی ہے، وہ ہر ایک کی انفرادی درخواست نہیں، بلکہ ایک وفد کی شکل میں اجتماعی درخواست ہے۔ امام اس وفد کا امیر ہے، اور وہی پوری جماعت کی جانب سے کلام کرنے والا ہے، اس لیے اِس اجتماعی درخواست پر ''آمین'' بھی اجتماعی مقرر فرمائی گئی، ورنہ اگر ایک شخص کو معتمد علیہ نمائندہ بنا کر اجتماعی درخواست پیش کرنا منظور نہ ہوتا تو نماز باجماعت کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ ہر شخص اپنی انفرادی نماز میں انفرادی درخواست پیش کر لیا کرتا۔ وہ جماعت، جماعت نہیں کہلاتی، اور نہ وہ وفد، وفد کہلاتا ہے جس کا ایک امیر اور متکلم نہ ہو، بلکہ ہر شخص انفرادی طور پر اپنی اپنی درخواست پیش کرے۔

(4) جناب نبی اکرم ﷺ نے مقتدی کے فرائض کی تشریح کرتے ہوئے تمہیداً یہ ارشاد فرمایا ہے: '' انَّما جُعِلَ الامامُ لِیُؤتَمَّ به'' ترجمہ: امام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اس میں تعلیم دی گئی ہے کہ مقتدی کا کام امام کی اقتداء اور متابعت کرنا ہے، نہ کہ اُس کی مخالفت۔ اور متابعت اور مخالفت ہر رکن میں اپنی اپنی نوعیت کے لحاظ سے ہوگی۔ جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہنا متابعت ہے، اس سے پہلے تکبیر کہہ لینا، یا اس کی تکبیر پر تکبیر نہ کہنا مخالفت ہے۔ اسی طرح جب وہ رکوع کرے تب رکوع کرنا متابعت ہے، اس سے پہلے رکوع کر لینا، یا اس کے رکوع میں جانے کے باوجود مقتدی کا رکوع نہ کرنا، اس کی مخالفت ہے۔ اور رکوع سے اٹھ کر جب وہ ''سمع الله لمن حمده'' کہے تو جواب میں ''رَبَّنَا وَلَکَ الحَمْدُ'' کہنا متابعت ہے، اور وہی فقرہ جو امام نے کہا ہے اس کا دہرا دینا متابعت کے خلاف ہے۔ اسی طرح جب امام قراءت شروع کرے تو مقتدی کا اپنے ذکر و اذکار بند کر کے امام کی قراءت کی طرف متوجہ ہو جانا متابعت ہے۔ اور امام کے مقابلے میں اپنی قراءت شروع کر دینا مخالفت ہے، جس کو احادیث میں منازعت سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

(5) اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے بتا دیا کہ امام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اور اس کی اقتداء یہ ہے کہ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور

جب وہ پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ، معلوم ہوا کہ جو شخص امام کی قراءت کے وقت خاموش نہیں ہوتا وہ امام کی صحیح اقتداء نہیں کرتا، اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص امام کی تکبیر کے وقت تکبیر نہ کہے، امام رکوع میں چلا جائے اور وہ کھڑا رہے تو ایسے شخص کی اقتداء کیونکر صحیح ہوگی؟ ایسے ہی وہ شخص ہے جو امام کی قراءت کے وقت خاموش رہنے کی بجائے خود پڑھنے لگے۔

﴿۲﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت:

عن ابی هریرةؓ، اَنَّ رسول الله صلی الله علیه وسلم انْصَرَفَ من صلاةٍ جَهَرَ فِيهَا بالقراءة، فقال هَلْ قَرَأَ مَعِي منكم احدٌ آنفاً؟ فقال رجلٌ: نعم، انا، يا رسول الله. قال: فقال: "انّى اقول: ما لى أُنازَعُ القرآن؟". فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم، فيما جهر فيه رسول الله صلی الله علیه وسلم بالقراءة، حينَ سمعوا ذلک من رسول الله صلی الله علیه وسلم.

(صحیح۔ مؤطا امام مالک ح ۲۳۶؛ مؤطا امام محمد ح ۱۱۱؛ نسائی ح ۹۲۰؛ ابوداؤد ح ۸۲۶)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز سے فارغ ہو کر جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت جہر سے کی تھی فرمایا: "کیا تم میں سے کسی نے اس وقت میرے ساتھ قراءت کی ہے؟"۔ ایک شخص نے کہا: ہاں! یارسول اللہ! میں نے قراءت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں بھی تو کہوں کہ یہ کون جو میرے ساتھ قراءت کے بارے میں نزاع کر رہا ہے)"۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو اس نماز میں قراءت کرنے سے رک گئے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہر سے قراءت فرمایا کرتے تھے۔

حدیث سے معلوم ہونے والے چند امور:

(1) اس حدیث کی اعلیٰ ترین ثلاثی سند ہے جیسا کہ مؤطا امام مالک سے ظاہر ہے۔ درمیان میں تین ہی راوی ہیں: (۱) زہری (۲) ابن اکیمہ (۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ یہ تینوں مدنی راوی ہیں۔ یہ سند مدنی ہے۔

(2) امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں باب باندھا ہے: باب القراءة خلف الامام

فیما لا یجھر بالقراءۃ۔ اس میں صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول لائے ہیں۔ کوئی مرفوع حدیث نہیں لائے۔ پھر اس کے بعد ان الفاظ میں باب باندھا ہے: باب ترک القراءۃ خلف الامام فیما جھر فیہ۔ اس باب میں یہ مرفوع ثلاثی عالی الاسناد حدیث لائے ہیں۔

(3) امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الحجہ علیٰ اھل المدینہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے پہلے باب کو مدلل طور پر رد فرمایا ہے اور موطا امام محمد میں اس مرفوع حدیث سے امام کے پیچھے ہر نماز میں جہری ہو یا سری، قراءت سے منع فرمایا ہے، کیونکہ علت ترک قراءت مقتدی کی منازعت ہے، یعنی نماز باجماعت میں قراءت امام کا حق ہے۔ اگر مقتدی بھی قراءت کرے تو اس نے امام کا حق چھین لیا اور یہی منازعت ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتے ہیں: ”عظمت اور کبریائی میری شان ہے۔ جس نے اس میں مجھ سے منازعت کی میں اس کی کمر توڑ دوں گا“۔ اب اگر کوئی دل ہی میں تکبر کرے تو اس نے بھی خدائی حق چھین کر خدا سے منازعت کی۔ اسی طرح جب نماز باجماعت میں قراءت امام کا حق ٹھہرا تو جہری نماز میں مقتدی قراءت کرے تو بھی امام کا حق چھینا۔ غیر مقلدین کے ہاں اصل قراءت جو فرض ہے وہ صرف فاتحہ ہے، بعد والی سورت تو مستحب ہے۔ تو جس مقتدی نے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی۔ اس نے امام کا فرض حق چھینا اور جس نے سورت پڑھی۔ اس نے مستحب حق چھینا۔ کسی کا فرض حق چھیننا اس کو زیادہ دکھ دینا ہے اور زیادہ گناہ ہے۔

(4) حضرت امام ابوبکر بن شیبہ رحمہ اللہ نے پہلے باب باندھا ہے: ”من رخص فی القراءۃ خلف الامام“۔ جہری نمازوں میں فاتحہ کے علاوہ کسی سورت کی رخصت کا کوئی بھی امام کے پیچھے قائل نہیں۔ پھر اس کے آگے چل کر ”باب من کرہ القراءۃ خلف الامام“ باندھ کر اس میں یہی حدیث لائے ہیں اور اس حدیث میں جہری نماز کا ذکر ہے۔ جہری نمازوں میں سوائے فاتحہ کے اور کسی قراءت کی رخصت ہی نہ تھی۔ تو اس حدیث سے فاتحہ ہی کا مکروہ ہونا ثابت ہوا۔

(5) حضرت امام عبدالرزاق رحمہ اللہ بھی مصنف (رقم الحدیث ۲۷۹۵) میں بطریق مفصل

روایت لائے ہیں اوراس حدیث سے ترک قراءت خلف الامام پراستدلال فرمایا ہے۔

(6) حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ بھی پہلے باب "قراء ۃ خلف الامام" باندھتے ہیں۔اس میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (واقعہ فجر والی) لائے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں صرف فاتحہ کی قراءت کی اجازت ہے۔اس کے بعد "باب ترک القراء ۃ خلف الامام اذا جھر بالقراء ۃ" لاکر بتادیا کہ اسی فاتحہ کے ترک پر یہ حدیث منازعت دلیل ہے۔

(7) حضرت امام نسائی بھی اس حدیث سے ان الفاظ سے باب باندھتے ہیں: "ترک القراءۃ خلف الامام فیما جھر به" ۔اورسب جانتے ہیں کہ جہری نمازوں میں فاتحہ کے علاوہ کسی قراءت کی اجازت تھی ہی نہیں۔اب اس حدیث سے اسی فاتحہ ہی کا ترک قراءت ثابت ہو رہا ہے۔

(8) حضرت امام ابن ماجہ رحمہ اللہ اس حدیث کو "باب اذا قرأ فأنصتوا" میں لائے ہیں۔غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ انصات کا تعلق صرف جہری نماز سے ہے اور جہری میں صرف فاتحہ کی رخصت تھی۔اب اس فاتحہ میں خاموشی کا حکم ہوا۔

(9) حضرت امام ابوداؤد رحمہ اللہ بھی پہلے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (واقعہ فجر والی) لائے ہیں کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے صرف سورت فاتحہ کی قراءت کی اجازت تھی۔اس کے بعد "باب من کرہ القراء ۃ بفاتحة الکتاب اذا جھر الامام" باندھ کر خاص سورت فاتحہ خلف الامام کومکروہ قرار دیا ہے۔

(10) علامہ البانی لکھتے ہیں کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ والی یہ حدیث منسوخ ہے۔انہوں نے اپنی کتاب صفۃ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حدث عبادہ رضی اللہ عنہ جس میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی رخصت ہے کواس حدیث سے منسوخ قرار دیا ہے۔

(صفة صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۹۳)

انہوں نے اپنی دوسری کتاب "اصل صفة صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم من التکبیر الی التسلیم" میں عنوان باندھا ہے۔

"نسخ القراء ۃ وراء الامام فی الجھریة"

اس کے تحت فرماتے ہیں: ''شروع میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے جہری نمازوں میں سورت فاتحہ پڑھنے کی اجازت تھی (آگے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث بیان کر کے لکھتے ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری نمازوں میں مقتدی کو ہر قسم کی قراءت سے روک دیا۔ (آگے حدیث ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کی ہے) اور امام کی قراءت کے وقت مقتدی کی خاموشی کو اقتداء کے لوازمات میں سے قرار دیا۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''انما جعل الامام لیؤتمّ به، فاذا کبرّ؛ فکبّروا، واذا قرأ؛ فانصتوا''۔ امام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے وہ یوں کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ جیسا کہ امام کے پیچھے قراءت سننے کو مقتدی کے لئے قراءت سے مستغنی قرار دیا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''من کان له امام؛ فقراء الامام له قراءة''۔ جس آدمی نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءت مقتدی کو بس ہے۔ (اصل صفة صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۲۷ تا ۳۶۴)

(11) یہ بھی یادر ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ اگر چہ مدنی اور انصاری صحابہ میں سے ہیں مگر آپ رضی اللہ عنہ ہجرت سے تقریباً تین سال پہلے مکہ مکرمہ میں بیعت عقبہ اولیٰ میں مسلمان ہوئے تھے۔ اس وقت جو آپ رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ادا فرمائی۔ اس کا واقعہ انہوں نے بیان فرمایا۔ اس حدیث منازعت کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے تقریباً دس سال بعد ایمان لائے ہیں۔

(12) جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کی ممانعت میں یہ روایت قطعی ہے۔ مگر دوسری نمازوں میں بھی تو مقتدی کو قراءت کا حکم بھی کہیں نہیں۔ منع کی روایات عام ہیں جیسے وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا

(13) یہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے (سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۷؛ ابو داود ح ۸۲۷) جس میں کثیر تعداد میں تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود ہوں گے، مگر ان میں آپ کے پیچھے قراءت کرنے والا صرف ایک شخص تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو کچھ بھی نہیں کہا۔ جنھوں نے قراءت نہیں کی تھی بلکہ اسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی، جس نے قراءت کی تھی۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ اگر آپ کی طرف سے

قراءت خلف الامام کا حکم دیا ہوا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیا مجال تھی کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم قراءت نہ کرتے۔ صرف ایک صحابی کا قراءت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حکم خاموش رہنے ہی کا تھا۔ جس نے قراءت کی وہ غلطی پر تھا۔ جس پر اس کی ڈانٹ ڈپٹ ہوئی۔ چونکہ قراءت خلف الامام کرنے والے کو ڈانٹ پڑی، نہ کرنے والے کو ڈانٹ نہ پڑی۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ امام کی اقتدا میں رہتے ہوئے قراءت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پسندیدہ عمل نہیں، تو امام کے پیچھے قراءت نہ کرنا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پسندیدہ عمل ہوا۔

(14) اس ایک شخص پر جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے۔ "مَا لِیَ" کے محاورہ سے ڈانٹا۔ یہ وہی محاورہ ہے (وَمَا لِیَ لَا أَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَإِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (یٰسٓ: ۲۲)) جس سے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ڈانٹا ہے۔ اور یہ وہی محاورہ ہے جس سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو ڈانٹا ہے۔ (وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِیْنَ. سورة النمل: ۲۰)۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام ہدہد پر ناراض ہوئے۔ اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے والے پر ناراض ہوئے۔

(15) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی قراءت کو منازعت فرمایا۔ گویا امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے والا مقتدی متابعت سے نکل گیا اور منازعت کرنے والا قرار پایا۔ گویا اس کی اقتداء ہی باطل ہوگئی۔

(16) آپ نے قیام، رکوع، سجود اور قعدہ میں تسبیح، تحمید، تشہد اور ادعیہ ماثورہ کو ناگوار نہیں فرمایا۔ اگر ناگواری گزری ہے تو صرف مقتدی کی قراءت سے۔

(17) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہوا نہ تھا۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام کے پیچھے پڑھنے والے سے مؤاخذہ نہ فرماتے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس حدیث کو نقل کرنے والے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جو ۷ھ میں مسلمان ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے تھے۔

پھر نبی ﷺ کی وفات تک وہ مدینہ منورہ میں ہی خدمت مبارکہ میں حاضر رہے۔ وہ "صَلّٰی بِنَا" فرمارہے ہیں۔اور اصل یہی ہے کہ اس لفظ کو اپنی حقیقت پر ہی محمول کیا جائے۔اس لیے ظاہر یہی ہے کہ اس نماز میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود شریک ہیں اور یہ واقعہ ۷ھ کا، یا اس کے بعد کا ہے۔اور آیت قرآن "وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ". (الاعراف: ۲۰۴) اس حدیث کے واقعہ سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ کیونکہ یہ آیت مکی ہے۔لہٰذا اس نماز والے واقعے سے پہلے امام کے پیچھے پڑھنے کی ممانعت نازل ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ پیچھے پڑھنے والے سے ناراض ہوئے۔

(18) اگر کوئی امام کے ساتھ قراءت کرتا ہوگا۔تو رسول اللہ ﷺ کے امر سے نہ کرتا تھا اور نہ آپ کو اس کا علم تھا، ورنہ رسول اللہ ﷺ کو اس سوال کی ضرورت نہ ہوتی کہ کیا کسی نے اس وقت میرے پیچھے قراءت کی ہے؟۔

(19) رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قراءت نہ کرتے تھے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے دریافت کرنے پر صرف ایک شخص نے جواب دیا کہ میں نے قراءت کی ہے۔آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کرنے والا صرف ایک آدمی تھا۔ عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب جانتے تھے کہ امام کے پیچھے قراءت جائز نہیں ہے۔ اگر امام کے پیچھے قراءت کرنا فرض ہوتا تو کیا ایک کے سوا باقی سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نعوذ باللہ تارکِ فرض تھے؟ پس یہ ماننا پڑے گا کہ امام کے پیچھے قراءت کرنا فرض نہ تھا بلکہ ناجائز تھا۔

(20) اس حدیث کا لقب حدیث منازعت ہے کیونکہ اس میں یہ الفاظ ہیں۔ "انی اقول: ما لی اُنازَعُ القرآن؟" اور لفظ منازعت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ یکے بعد دیگرے امام اور مقتدی کا پڑھنا بھی جائز نہیں ہے کہ امام کے سکتوں میں مقتدی پڑھ لے۔ کیونکہ قرآنِ مجید میں ہے "ویتنازعون فیها کاْساً" یعنی یکے بعد دیگرے ایک ہی پیالے سے دوست جمع ہو کر شربت وغیرہ پیا کریں گے۔اس لیے اس منازعت کے معنے کی وجہ سے سکتوں میں پڑھنے کی بھی ممانعت ہو رہی ہے۔ بعض لوگوں کی یہ

توجیہ نہیں چل سکتی کہ امام جو ہر ہر آیت پر ٹھہرے گا تو دوسری آیت شروع کرنے سے پہلے سکتے میں مقتدی پڑھتا رہے تو کسی دلیل کے خلاف بھی نہ ہوگا اور مقتدی فاتحہ بھی پڑھ لے گا۔ اس کا رد اس طرح ہو گیا کہ سکتوں میں پڑھنا "انی اقول: ما لی اُنازَعُ القرآن؟" کے خلاف ہوگا۔ اس کی مزید بحث باب ششم میں آئے گی۔

(21) ایک اور موقع پر کسی نے سری نماز میں قراءت کی تو اس سے بھی منع کر دیا گیا۔ جیسا کہ عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے عصر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کی۔ ایک صحابی نے اس کو اشارہ سے منع کیا۔ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کے لیے امام ہو، اس کے واسطے امام کی قراءت کافی ہے"۔ (مؤطا امام محمد ح ۱۲۵ ملخصاً)۔

③ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث:

عن جابر بن عبداللہؓ انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ، فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ. (صحیح؛ طحاوی ح ۱۲۵۹؛ مؤطا امام محمد ح ۱۱۷؛ قال العینی طریق صحیح، عمدۃ القاری ۸۶/۳؛ مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۹ سند صحیح، احسن الکلام ج ۱ ص ۳۴۰؛ کتاب الآثار رقم الحدیث ۸۶؛ مسند الامام الاعظم ح ۱۰۴؛ دار قطنی ج ۱ ص ۱۲۲؛ بیہقی ج ۲ ص ۱۵۹؛ ابن ابی شیبۃ سند صحیح، الجوھر النقی ص ۱۵۴؛ اعلاء السنن ج ۴ ص ۷۰۔۷۱؛ ابن ماجہ باب اذا قرأ الامام فأنصتوا ح ۸۵۰؛ اصل صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۳۵۵، ۳۵۹؛ حسن، صحیح سنن ابن ماجہ ح ۶۹۲. ۸۵۰؛ ارواء الغلیل ح ۸۵۰؛ کتاب القراءۃ ح ۳۳۴، ۳۳۵، وقال البیھقی ھذا حدیث رواہ جماعۃ من اصحاب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ عنہ موصولاً وخالفھم عبد اللہ بن المبارک الامام فرواہ عنہ مرسلاً)

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے، تو امام کی قراءت اس کی بھی قراءت ہے"۔

⑷ حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کی حدیث:

عن عبد اللّٰہ بن شدّاد بن الھاد قال: امَّ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العصر، قال: فقرأ رجل خلفه فغمزه الذی یلیه، فلمّا ان صلّٰی، قال: لِمَ غمزتنی؟ قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قُدَّامک، فکرھتُ ان تقرأ خلفه، فسمعه النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ''من کان له امام، فقراء تهٗ له قراء ة'' (مؤطا امام محمد ح ۱۲۵)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز میں امامت کرائی۔ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کی۔ جو نمازی اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس نے اس کا بدن ذرا دبا دیا تاکہ وہ قراءت سے باز آجائے۔ جب نماز ہو چکی، تو اس نے کہا: تم نے مجھے کیوں دبایا تھا؟ منع کرنے والے نے کہا: چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے آگے قراءت کرتے تھے۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی قراءت کرو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''امام کا پڑھنا مقتدی کا بھی پڑھنا ہے''۔

حضرت امام اہلِ سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کے تمام رواۃ (راوی) ثقہ ہیں اور گو اس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں، لیکن اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اولاً: اس لیے حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ خود صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے مراسیل بالاتفاق حجت ہیں۔

ثانیاً: ویسے بھی کبار تابعین کے مراسیل صحیح اور حجت ہیں۔

ثالثاً: ہم نے یہ روایت پہلی روایت کی تائید میں پیش کی ہے۔ مرسل معتضد کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (احسن الکلام ۱/۳۴۵)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں:

(1) اس روایت میں جہری اور سری نماز کی کوئی قید نہیں ہے۔ اس لیے یہ اپنے عموم پر ہے کیونکہ اس میں کلمہ مَنْ شرطیہ ہے جو عموم کے لیے ہے۔ بخلاف 'لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ' کے کہ وہاں کلمہ مَنْ موصولہ یا موصوفہ ہے۔ جس میں عموم و خصوص

دونوں آسکتے ہیں۔

(2) دوسری حدیث میں نمازِ عصر کا لفظ موجود ہے۔ یہ اس میں صریح ہے کہ امام کی قراءت کا کفایت کرنا صرف جہری نمازوں کے ساتھ مختص نہیں ہے، بلکہ سرّی نمازوں میں بھی مقتدی کو امام کی قراءت کفایت کرتی ہے۔ (**التعلیق الممجّد ص ۱۵۹**)

(3) اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ امام کے پیچھے جب کسی نے اقتداء اختیار کر لی ہو تو مقتدی کو جدا اور الگ قراءت کرنے کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ امام کا پڑھنا گویا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

(4) یہ حدیث صحیح بھی ہے اور صریح بھی۔ کیونکہ اس میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کر دیا گیا ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہو جاتی ہے، لھٰذا مقتدی کو قراءت کی ضرورت نہیں۔

(5) اس حدیث میں مطلق قراءت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ جو قراءت فاتحہ اور قراءت سورت دونوں کو شامل ہے۔ لھٰذا دونوں میں امام کی قراءت حکماً مقتدی کی قراءت سمجھی جائے گی۔ لہٰذا مقتدی کا قراءت کو ترک کرنا "**لا صلوٰة لمن یقرأ بفاتحة الکتاب**" کے تحت نہیں آتا۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق:

حافظ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

"ثابت ہوا کہ اس حالت میں امام کی قراءت، مقتدی کی قراءت ہے، جیسا کہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہ اللہ اور ان کے سچے پیروکار اسی کے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف حدیث بھی ہے: "**من کان لہ امام، فقراءۃ الامام لہ قراءۃ**"۔ "جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے، تو امام کی قراءت اس کی بھی قراءت ہے" ہ حدیث مرسل و مسند دونوں طرح مروی ہے۔ لیکن اکثر آئمہ ثقات نے اس حدیث کو عبداللہ بن شداد سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ بعض نے اس کو سند متصل سے روایت کیا ہے۔ ابنِ ماجہ نے اسے مسند ذکر کیا ہے۔ ظاہر

قرآن و سنت اس مرسل کی تائید کرتے ہیں۔ جمہور اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ اس حدیث کو مرسل نقل کرنے والے اکابر تابعین میں سے ہیں۔ اس قسم کی مرسل حدیث سے آئمہ اربعہ اور دیگر اہلِ علم کے نزدیک بالاتفاق استدلال صحیح ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اس طرح کی مرسل روایت سے استدلال جائز ہونے کی تصریح فرمائی ہے"۔ (فتاویٰ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ۲۳/۲۷۱)

حافظ ابن تیمیہؒ کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آئے:

(1) یہ حدیث "**من كان له امام، فقراء ة الامام له قراء ة**" مسند بھی مروی ہے اور مرسل بھی۔

(2) جہاں پر یہ حدیث مرسل منقول ہے، وہاں بھی ثقات نے مرسلاً روایت کیا ہے۔

(3) مرسل ہونے کے باوجود ظاہر کتاب و سنت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ لھذا محدثین کے قاعدہ کے مطابق بالاتفاق ایسی مرسل حدیث سے استدلال جائز ہے۔

(4) جمہور صحابہ اور تابعین نے اسی حدیث کے مطابق فتوے دیئے ہیں۔

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اقول: اذا ثبت ذلک؛ فالحديث صحيح موصولاً؛ ويكون ابو حنيفة لم ينفرد به، والّا؛ فهو مرسل صحيح الاسناد. ثمّ انّ مرسله عبد الله بن شدّاد من كبار التابعين الثقات، ولد علىٰ عهد النبىّ صلی اللہ علیہ وسلم، وكان معدوداً فى الفقهاء. كما فى "التقريب". ، وقد قال شيخ الاسلام ابن تيميةؒ فيما سبق: "ومثل هذا المرسل يحتج به باتفاق الائمة الاربعة وغيرهم، وقد نصّ الشافعى على جواز الاحتجاج بمثل هذاالمرسل". قلتُ: ولاسيما وان له طرقاً اخرىٰ يشدّ بعضها بعضاً. كما قال الزيلعى فى "نصب الراية" ج٢ ص ٧۔

(اصل صفة صلاة النبى صلی اللہ علیہ وسلم ج١ ص٣٥٦، ٣٥٧).

ترجمہ: "میں کہتا ہوں، اس حدیث کی سند ثابت (اور صحیح) ہے۔ پھر یہ حدیث صحیح اور موصول ہے۔ امام ابوحنیفہ اس میں منفرد نہیں ہیں، اور اگر اس حدیث کو مرسل ہی مانا

جائے، تو پھر یہ صحیح الاسناد بھی ہے۔ یہ مرسل تو عبداللہ بن شداد رحمہ اللہ کا ہے جو کبار تابعین اور ثقات میں سے ہیں۔ ان کی پیدائش تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ ان کا شمار فقہاء میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ ''التقریب'' میں ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس قسم کی مرسل حدیث سے آئمہ اربعہ اور دیگر اہلِ علم کے نزدیک بالاتفاق استدلال صحیح ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اس طرح کی مرسل روایت سے استدلال جائز ہونے کی تصریح فرمائی ہے''۔ میں کہتا ہوں: اس سے استدلال اس لیے بھی صحیح ہے، کیونکہ اس حدیث کے اور طریق بھی ہیں جو اس کے لیے تقویت کا باعث ہیں۔ جیسا کہ علامہ زیلعی نے نصب الرایۃ میں بیان کیا ہے، انتھیٰ کلامہ۔''

⑤ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث:

عن جابر بن عبد الله الانصاریؓ قالَ: صلّی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، و رجلٌ خلفه یقرأ ،فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، ینهاه عن القراء ة فی الصلوٰة، فقال: اتنهانی عن القراء ة خلف نبیّ الله صلی اللہ علیہ وسلم؟ فتنازعا حتی ذُکِرَ ذٰلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم: " من صلّی خلف الاما م، فانّ قراء ة الامام له قراء ة " (کتاب الآثار رقم الحدیث ٨٦)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ایک شخص نے اس کو نماز میں قراءت سے منع کیا۔ (لیکن وہ قراءت سے باز نہ آیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے) تو قراءت کرنے والے نے منع کرنے والے کو کہا: کیا تم مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت سے روکتے ہو؟ دونوں آپس میں تکرار کر رہے تھے یہاں تک کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے امام کی اقتداء کی، اس کو (الگ قراءت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ) امام کی قراءت ہی اس کو کافی اور بس ہے''۔

دوسری روایت میں ہے:

عن جابرٍ انَّ رجلاً صلّٰی خلف رسول ﷺ فی الظھر او العصریعنی فقرأ، فاومیٰ الیہ رجل، فنھاہ، فابیٰ. فلما انصرف، قال: اتنھانی ان اقرأ خلف النبیّ ﷺ. فتذاکرا حتّٰی سمع النبی ﷺ فقال رسول اللّٰہ ﷺ: "من صلّٰی خلف امامٍ فانّ قراء ۃ الامام لہ قراء ۃ"

(کتاب القراءۃ ح ۳۳۹؛ صحیح، احسن الکلام ۳۴۹/۱)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قراءت کی۔ نماز کے دوران ایک آدمی نے اشارہ سے اس کو قراءت سے منع کیا۔ لیکن وہ قراءت سے باز نہ آیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، تو قراءت کرنے والے نے منع کرنے والے کو کہا: تم مجھے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قراءت سے کیوں روکتے ہو؟ دونوں آپس میں تکرار کر رہے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی گفتگو سن لی، اور ارشاد فرمایا: ''جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو، اس کو (الگ قراءت نہیں کرنی چاہئے بلکہ) امام کی قراءت ہی اس کو کافی اور بس ہے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انَّ رجلاً قرأ خلف رسول اللّٰہ ﷺ فی الظھر او العصر، فاومأالیہ رجل، فنھاہ، فلما انصرف، قال: اتنھانی (الحدیث)

(روح المعانی ۱۳۴/۹؛ رواتہ ثقات، احسن الکلام ۳۵۳/۱)

ترجمہ: ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قراءت کر رہا تھا۔ نماز کے دوران ہی ایک آدمی نے اشارہ سے اس کو قراءت سے منع کیا۔ مگر وہ قراءت سے باز نہ آیا۔ نماز کے بعد کہنے لگا: تم مجھے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قراءت سے کیوں روکتے ہو؟ (الحدیث) یہ روایت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی کتاب الآثار ص ۲۳ میں بھی ہے اس کے آخر میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"من صلّٰی خلف امام فان قراء ۃ الامام لہ قراء ۃ"**۔ آگے روایت کا بعینہ وہی مضمون ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔

اس صحیح روایت میں ظہر یا عصر کی نماز کا ذکر ہے، جو بالاتفاق سرّی نمازیں ہیں۔اور آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کرنے والا صرف ایک شخص تھا۔ حالانکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح نماز اور جماعت کی پابندی کرتے، ایسی اور کس سے ہو سکتی ہے؟ اور ان میں سے ہر ایک کی یہی دلی خواہش ہوتی تھی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی جائے، مگر باوجود اتنی بڑی جماعت کے، کثیر التعداد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سرّی نماز میں آپ کے پیچھے قراءت کرنے والا صرف ایک ہی شخص ملتا ہے اور باقی سب خاموش رہتے ہیں۔لیکن جناب رسول اللہ ﷺ اس ایک شخص کی قراءت کو بھی گوارا نہیں فرماتے اور اس کو امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کرتے ہیں۔اگر امام کے پیچھے قراءت کی اجازت ہوتی، خصوصاً سرّی نمازوں میں، تو یقیناً آپ ﷺ اس کی تائید فرماتے اور قراءت سے روکنے والے کو تنبیہ فرماتے۔ اگر امام کے پیچھے قراءت کی گنجائش ہوتی بالخصوص سرّی نمازوں میں، تو عین نماز کی حالت میں احسانِ صلوٰۃ سے صرفِ نظر کرتے ہوئے منع کرنے والے صحابی رضی اللہ عنہ قراءت کرنے والے کو منع کرنے کی کبھی جرأت نہ کرتے۔اگر سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کا استحباب یا جواز بھی ہوتا، تو منع کرنے والے کو آپ ﷺ فرما دیتے کہ ایک جائز اور مستحب حکم کی وجہ سے تم نے نماز میں اپنی توجہ کیوں دوسری طرف مبذول کر دی تھی؟ دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی منع کرنے والے کو یہ نہیں کہتے: بھائی! تم نے نماز کے درمیان بلا وجہ اس سے الجھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ بھی تو اچھا کام کر رہا تھا۔اگر انصاف سے کام لیا جائے تو بغیر کسی خارجی قرینہ کے یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جہری نمازیں تو ایک طرف، ان میں تو بھلا امام کے پیچھے قراءت کی اجازت کب نکل سکتی ہے؟ سرّی نمازوں میں بھی امام کے پیچھے قراءت کرنا نہ تو جائز ہے اور نہ مستحب، پھر ضروری کہاں سے ہوگا؟

چونکہ آپ ﷺ نے مطلق قراءت سے منع کیا ہے اس لیے اس کو محض اپنی رائے سے فاتحہ کے علاوہ قراءت پر محمول کرنا باطل اور مردود ہے۔ یہ روایت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جو قراءت کا اولین مصداق سورت فاتحہ اور ام الکتاب میں منحصر سمجھتے ہیں۔لہٰذا قراءت کو ما زاد علی الفاتحہ پر محمول کرنا توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کا ارتکاب کرنا ہوگا جو محض بے بنیاد اور بیکار ہے۔ (احسن الکلام ۱/۳۵۰)

⑥ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ؓ اَنَّ رسولَ الله ﷺ صلّى الظهر، فجعل رجلٌ يقرأُ خلفهُ بـ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾، فلمّا انصرف، قال: "أيّكم قرأ" او "أيكم القارئُ". فقال رجلٌ: انا، فقال: "قد ظننتُ أنَّ بعضكم خالجنيها.

(مسلم ح ۸۸۷؛ ابوعوانہ؛ جزء القراءۃ للبخاری ح ۸۲، ۹۰، ۹۴، ۲۵۹، ۲۶۰؛ ابوداؤد ح ۸۲۸، ۸۲۹؛ نسائی ح ۹۱۸، ۹۱۹؛ بیہقی ج ۲ ص ۱۶۲؛ طیالسی ۱۱۴۴؛ احمد ۴/ ۴۲۶، ۴۳۱، ۴۳۳، ۴۴۱ طبع قدیم؛ رقم الحدیث ۱۹۳۱۴، ۱۹۳۱۵، ۱۹۳۷۳، ۱۹۳۸۸، ۱۹۴۵۹؛ کتاب القراءۃ ح ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴)

ترجمہ: "جناب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی، تو ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى" پڑھنے لگا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "تم میں سے کس نے قرات کی۔ میں خیال کر رہا تھا کہ کوئی مجھ سے قراءت میں منازعت کر رہا ہے۔"

نماز باجماعت میں قاری [قراءت کرنے والا] صرف امام ہوتا ہے۔ مقتدی نہ قراءت کرتا ہے نہ قاری ہوتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے بڑے استعجاب سے پوچھا: "تم میں سے قاری کون بن گیا؟" ایک آدمی نے کہا: "میں"۔ چونکہ مقتدی کا قاری بننا امام کا حق قراءت چھیننا ہے۔ اس لیے یہ بات آپ ﷺ کے لیے سخت باعث خلجان ہوئی کہ مقتدی کا کام تو امام کی متابعت ہے اور یہ میرا حق چھین کر مخالفت کر رہا ہے۔

دارقطنی (۱/ ۳۲۷) میں اس کے بعد یہ بھی صراحت ہے: "فنهاهم عن القراءة خلف الامام کہ پھر آپ ﷺ نے انہیں امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمادیا"۔ یہاں مطلق قراءت سے منع فرمایا نہ کہ جہر سے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نہی تحریم کے لیے ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز میں کیفیت عجیب ہوتی تھی۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ "لوگوں کا کیا حال ہے کہ طہارت اچھی طرح نہیں کرتے، جس کی وجہ سے ہمیں

قراءتِ قرآن میں التباس اور خلجان ہوتا ہے"۔ (مشکوۃ حدیث نمبر ۲۹۵) اس کا کسی نے یہ مطلب نہیں لیا کہ وہ لوگ پیچھے سے بلند آواز سے پکارتے تھے کہ ہم نے وضو اچھی طرح نہیں کیا۔ اس لیے آپ ﷺ کو خلجان ہوتا تھا، بلکہ ان کے پیچھے کھڑے ہونے سے قلب مبارک متاثر ہو جاتا تھا۔ اسی طرح کسی کے پیچھے مطلق قراءت سے بھی قلب مبارک خلجان میں مبتلا ہو جاتا تھا۔

شاید کسی کو یہ اشکال ہو کہ صحابی نے اونچی قراءت کی تھی اور نبی کریم ﷺ نے اونچی آواز میں قراءت کرنے سے منع کیا تھا اس کا جواب یہ ہے نبی کریم ﷺ نے سوال ان الفاظ میں فرمایا: "أیکم قرأ؟" کس نے تم میں سے پڑھا؟ یہ نہیں فرمایا: "أیکم جهر؟" کس نے تم میں سے جہر سے پڑھا؟ اور یہ لفظ جہر و سر دونوں کو شامل ہے۔ اور اگر جہر سے پڑھا ہوتا تو اردگرد سب کو معلوم ہوتا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے سوال کی نوعیت سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے قراءت سری یعنی آہستہ آواز میں کی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں امام کے پیچھے قراءت کرنے کا کوئی رواج نہیں تھا۔ جس حدیث کو بھی دیکھو ایک ہی غیر معروف آدمی ملتا ہے اور بس۔ اس ایک آدمی نے بھی قراءت آہستہ کی تھی۔ اس آہستہ قراءت کو جناب رسول اللہ ﷺ نے خلجان بھی فرمایا اور انصات کے خلاف بھی فرمایا۔ اس لئے یہ وہم نہ ہونے پائے کہ آہستہ پڑھنے میں نہ خلجان ہے اور نہ ہی آہستہ پڑھنا انصات کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز میں بھی امام کے پیچھے آہستہ آواز سے فاتحہ اور سورت پڑھنا امام کو خلجان میں ڈالنا ہے۔ اور حرام یا کم از کم مکروہ ضرور ہے۔

مولانا عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگر یہاں نہی صریحی نہ بھی ہو تو نہی کا مفہوم یقیناً موجود ہے کیونکہ یہ یقینی طور پر ثابت ہے کہ امام کے ساتھ خلجان میں ڈالنا ممنوع ہے اور ممنوع کا سبب بھی ممنوع ہوتا ہے" (امام الکلام ص ۱۹۲)۔ جبکہ اس انکار شدید کے ساتھ صراحۃً نہی بھی وارد ہے۔ چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بالناس ورجل یقرأ خلفه، فلما فرغ قال: "من ذالذی یخالجنی سورتی" فنهیٰ

عن القراءۃ خلف الامام" (کتاب القراءۃ ح ۳۶۰؛ حجاج بن ارطاۃ حسن الحدیث)
رسول اللہ ﷺ جماعت کرا رہے تھے اور ایک آدمی آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کر رہا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا: کون مجھے سورت میں خلجان ڈال رہا تھا؟" پھر امام کے پیچھے قراءت سے منع فرمایا۔ یہ روایت اس انکار کی تائید میں صالح ہے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ نبی ﷺ کو اس وقت تک یہی معلوم تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پیچھے قراءت نہیں کرتے۔ کیونکہ سورت اعراف میں قراءت خلف الامام سے منع کر دیا تھا۔ جب کسی نے قراءت کی تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ قراءت کرنے والا کون تھا؟ اگر قراءت خلف الامام جائز ہوتی، تو اس سوال کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ رہا یہ کہ اس شخص نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَی پڑھی تھی، سورت فاتحہ نہ پڑھی تھی، اس لیے تنبیہ کی گئی۔ تو جواب یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے سورت فاتحہ کا پڑھنا واجب نہ سمجھتے تھے ورنہ یہ صحابی سورت فاتحہ کی جگہ دوسری سورت کیوں پڑھتا؟ ان کے نزدیک فاتحہ اور غیر فاتحہ سب برابر تھیں۔ اگر فاتحہ کا پڑھنا مقتدی پر واجب ہوتا تو آپ صرف اتنی بات پر کفایت نہ فرماتے: "میں خیال کر رہا تھا کہ کوئی مجھ سے قراءت میں منازعت کر رہا ہے"۔ بلکہ صاف فرما دیتے کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَی نہ پڑھنا چاہیے، بلکہ سورت فاتحہ پڑھنا چاہیے۔

آپ ﷺ نے قراءت خلف الامام کا حکم کبھی نہیں دیا:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں: "اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی مقتدیوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ سری نمازوں میں فاتحہ یا سورت پڑھا کرو۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ ﷺ قراءت پر کبھی انکار نہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے کسی خاص سورت پر انکار نہیں فرمایا، بلکہ یوں فرمایا: کس نے قراءت کی؟ کون تم میں سے قاری تھا؟" اور یہ بات عادۃً معلوم ہے کہ قاری نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَی یقیناً سورت فاتحہ کے بعد پڑھی تھی (تو آپ ﷺ نے پوری قراءت پر انکار فرمایا)۔ پس یہ دلیل ہے کہ مقتدی پر سری نمازوں میں نہ فاتحہ واجب ہے اور نہ اس کے علاوہ"۔ (شرح جزء القراءۃ للبخاری ص ۴۹ از مولانا محمد امین اوکاڑوی) اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام

اور رسول اللہ ﷺ سری نمازوں میں بھی امام کے پیچھے قراءت کو مکروہ جانتے تھے۔

(۷) حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث:

عن عبداللہ بن بحینہ، وکان من اصحاب رَسُولِ اللہ ﷺ، انَّ رَسُولَ اللہ ﷺ، قال: "ھل قرأ احدٌ منکم مَعِیَ آنفاً؟" قالوا: نعم، قال: "انّیْ اقولُ ما لی انازَعُ القرآنَ". فانتھی الناس عن القراءۃ معہ حین قال ذٰلک.

(احمد ج ۵ ص ۳۴۵؛ طبرانی ح ۷۲۵۱؛ مجمع الزوائد ح ۲۶۳۹ وقال: رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط، ورجال احمد رجال الصحیح؛ کتاب القراءۃ ح ۳۲۶)

ترجمہ: صحابی رسول حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی ہے؟'' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی حضرت! قراءت کی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تب ہی تو میں (دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآنِ کریم کی قراءت میں منازعت اور کشمکش کیوں کی جارہی ہے؟'' آپ کا یہ ارشاد جب سنا تو لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءت ترک کردی۔

یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ اس میں جہری نماز کی کوئی قید بھی مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا یہ روایت جہری اور سرّی تمام نمازوں کو شامل ہے۔ گویا اس روایت کے پیشِ نظر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تمام نمازوں میں قراءت ترک کردی تھی۔ (احکام القرآن للجصاص الرازی ۵۲/۳)

اگر اس روایت میں جہر کی قید ہو، جیسا کہ مجمع الزوائد (ح ۲۶۴۱) کی ایک روایت میں ہے صلّٰی صلوٰۃ یجھر فیھا الخ تب تو جہری نمازوں میں ترکِ قراءت خلف الامام پر یہ روایت صریح ہے۔ اور سری نمازوں میں پڑھنا پھر بھی ثابت نہیں کیونکہ سری میں بھی امام کے پیچھے قراءت کرنا ثابت نہیں۔

⑧ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث:

عن عبداللہ بن مسعودؓ قال: کانوا یقرء ون خلف النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: "خَلَطْتُمْ عَلَیَّ القرآن"

(احمد ج ۱ ص ۴۵۱؛ مجمع الزوائد ح ۲۶۴۰؛ وقال رواہ احمد وابو یعلیٰ والبزار و رجال احمد رجال الصحیح" . قال الالبانی: یعنی صحیح مسلم؛ فقد احتج بھم جمیعاً. واسنادہ عندی حسن. اصل صفة صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۳۶۶؛ . ھذا سند جید، الجوھر النقی ۱۶۲/۲؛ کتاب القراءۃ ح ۳۶۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے مجھ پر قرآن کو مخلوط کر دیا (یعنی میری قراءت میں خلط ملط کر دیا)"۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے قراءت کرنے والوں کی قراءت کو گوارا نہ فرمایا اور مخصوص لہجہ میں ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے تنبیہ فرمائی۔ اس میں چونکہ جہری نماز کی کوئی قید نہیں۔ اس لیے یہ روایت سب نمازوں کو شامل ہوگی۔ آپ کے پیچھے آہستہ قراءت کرنے سے بلکہ مقتدیوں کے وضو مکمل نہ کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا متاثر ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ قراءت چونکہ مطلق ہے۔ اس لیے سورت فاتحہ اور قرآنِ مجید کی تمام سورتوں کی قراءت کو شامل ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری اور سرّی کا کوئی فرق بیان نہیں فرمایا۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۵۱)

اس حدیث میں بھی مقتدیوں کی قراءت پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار فرمانا صریح ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کی یہ تاویل کہ "لوگ زور سے قراءت کرتے ہوں گے، کیونکہ امام کی قراءت میں خلط اسی وقت ہو سکتا ہے"۔ صحیح نہیں۔ کیونکہ: [۱] صحابہ رضی اللہ عنہم کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بلند آواز سے قراءت کرنا بہت بعید ہے [۲] یہ بھی مسلّم نہیں کہ آہستہ قراءت سے امام کو خلجان نہیں ہوتا، اصحاب القلوب کو یقیناً آہستہ قراءت سے بھی خلجان ہوتا ہے [۳] آہستہ قراءت کی مقدار یہ ہے کہ انسان کے اپنے کان سنتے ہوں۔ (مغنی

ج ۱ص ۵۳۴، شرح مقنع ج ۱ص ۵۲۵، شرح وقایہ ج ۱ص ۱۴۹) اور اس وقت انسان امام کے قریب ہو تو مقتدی کے قراءت کرنے سے امام کو خلجان ہوگا [۴] علاوہ ازیں آیت: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الاعراف: ۲۰۴). "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے"۔ اور حدیث "اذا قرأ الامام فانصتوا" سے مقتدی کے ذمہ سکوت کا واجب ہونا واضح ہے۔ اس کو نہ زور سے پڑھنے کی اجازت ہے، نہ آہستہ۔ کیونکہ اس آیت سے اور وہ احادیث جو خطبہ میں خاموش رہنے کے بارے میں ہیں، ان سے تمام فقہاء نے خطبہ کے اندر مقتدیوں کو قراءت اور ذکر سے مطلقاً منع کیا ہے کہ نہ آہستہ قراءت کریں، نہ زور سے۔ پھر اس کی کوئی وجہ نہیں کہ خطبہ میں تو مطلقاً سکوت کو واجب کہا جائے اور نماز میں زور سے قراءت کو منع کیا جائے اور آہستہ قراءت کی اجازت دی جائے، حالانکہ یہ آیت بالاتفاق قراءت خلف الامام کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے والے نے بلند آواز سے قراءت کی تھی۔ اس کے لیے کوئی روایت پیش نہیں کی جا سکتی۔ پھر عقلاً بھی کسی عاقل صحابی سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ اس اکیلے نے دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساکت وصامت دیکھتے ہوئے بھی بلند آواز سے قراءت کر دی ہو۔ اور اگر بالفرض ایسا ہوا بھی تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال تو جہر کے بارے میں نہیں ہوا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کچھ نکیر فرمائی، بلکہ نفس قراءت پر ہی باز پرس فرمائی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزری تھی۔ (انوار الباری ۱۶/۳۶۰)

(۹) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سَأَلَ رجلٌ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! أَفِی کلِّ صَلاۃٍ قراءۃ؟ قال: "نعم" فقال رجل من القوم: وجب هذا؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "مَا اَرَی الاِمَامَ اذا قَرَأَ اِلَّا کان کَافِیاً"

(مجمع الزوائد ح ۲۶۴۴ رواہ الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن؛ دار قطنی ۱/۱۲۶؛ احمد ج ۶ ص ۴۴۸؛ نسائی ح ۹۲۴؛ کتاب القراءۃ ح ۳۷۷، ۳۷۸؛ سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۶۲؛ طحاوی ح ۱۲۵۴)

ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کیا ہر نماز میں قراءت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ قوم میں سے ایک شخص کہنے لگا: پھر تو قراءت ضروری ہوگئی؟ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قراءت مقتدیوں کو کافی ہے''۔

دار قطنی (ج ا ص ۱۲۶) کی روایت میں ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں تمام اہل مجلس میں جناب رسول اللہ ﷺ کے قریب تھا آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قراءت مقتدیوں کو کافی ہے''۔

اس رویت میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اس بات کی تصریح فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا تھا۔ جواب بھی آپ ہی نے ارشاد فرمایا تھا۔ اس بات کی بھی تصریح کرتے ہیں کہ میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کے قریب تھا۔ اور آپ نے خطاب کرتے وقت اور جواب دیتے وقت خاص طور پر میری طرف توجہ فرمائی تھی۔ یہ قوی قرائن بتاتے ہیں کہ یہ روایت مرفوع ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا ہے: یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں، بلکہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے (موقوف روایت کو آثار صحابہ میں پیش کیا جائے گا)، لیکن اوپر ذکر کردہ دلائل سے فرمان نبوی ہی ہے۔

اس روایت میں سری اور جہری نماز کی کوئی قید مذکور نہیں ہے اس لیے یہ تمام نمازوں کو شامل ہے۔ لہذا نہ جہری نماز میں امام کے پیچھے قراءت ہے نہ سری نمازوں میں۔

⑩ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث:

عن انس اَن النبیَّ ﷺ قال: ''اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَأَنْصِتُوْا''.

(کتاب القراۃ: ح ۳۱۳)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب امام قراءت کرے، تو تم خاموش رہو''۔

اس روایت میں بھی امام کا فریضہ قراءت کرنا اور مقتدی کا کام (نماز) میں خاموشی بتایا گیا ہے۔ پھر چونکہ جہری یا سری کی تصریح نہیں اس لئے یہ ہر نماز کو شامل ہے۔

⑪ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث:

عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال: تکْفِیکَ قِرَاءَۃُ الْاِمَامِ خَافَتَ اَوْ جَھَرَ. (دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۱؛ حدیث حسن، اعلاء السنن ج ۴ ص ۸۲)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے نماز میں امام کی قراءت ہی کافی ہے چاہے وہ قراءت جہری کرے یا سری''۔

یہ روایت کتنی واضح ہے اور اس میں صاف صاف جہری اور سری نمازوں کا حکم جناب رسول اللہ ﷺ نے بیان فرما دیا ہے کہ صرف امام پڑھے اور مقتدی نہ پڑھے بلکہ اس کی طرف سے بھی امام ہی کا پڑھنا کافی ہے۔

⑫ حدیث قدسی سے دلیل:

عن ابی ھریرۃ یقول: سمعتُ رسول اللہ ﷺ یقولُ: "قال اللہ تبارک وتعالیٰ: قسمتُ الصلوٰۃ بینی وبین عبدی نصفین، فنصفھا لی ونصفھا لعبدی. ولعبدی ما سأل". قال رسول اللہ ﷺ: "اقرؤو . یقول العبد: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. یقول اللہ تبارک وتعالیٰ: حمدنی عبدی. ویقول العبدُ: الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .یقول اللہ تبارک وتعالیٰ: أثنیٰ عليَّ عبدی. ویقول العبد: مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ .یقول اللہ تبارک وتعالیٰ: مجّدنی عبدی .یقول العبد: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ .فھٰذہ الآیۃ بینی وبین عبدی، ولعبدی ما سأل. یقول العبد: اِھدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ . صِرَاطَ الَّذِیْنَ أَنعمتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ. فھؤلاء لعبدی ولعبدی ما سأل"

(موطا امام مالک ح ۲۲۹؛ مسلم ح ۸۷۸؛ ابوداود ح ۸۲۱؛ ترمذی ح ۲۹۵۳؛ نسائی ح ۹۰۹؛ ابن ماجہ ح ۸۳۸؛ احمد ج ۲ ص ۲۴۱، ۲۴۲ ح ۷۲۸۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے نماز (سورت فاتحہ) کو اپنے اور بندے کے درمیان دو نصف حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پس اس سورت کا ایک نصف حصہ تو میرے لیے ہے۔ اور دوسرا نصف حصہ میرے بندے کے لیے ہے۔ میرے بندے کے لیے

وہ کچھ ہے جو وہ مانگتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس سورت کو پڑھو۔ جب وہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' کہتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ'' میرے بندے نے میری حمد کی۔ جب وہ کہتا ہے ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ'' میرے بندے نے میری ثنا کی۔ جب وہ کہتا ہے ''مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ'' حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ'' میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ جب وہ کہتا ہے ''اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''ھٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ'' یہ بات میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے (یعنی بندہ کی عبادت تو میرے لئے اور میری مدد اس کے لئے ہے) جب وہ کہتا ہے ''اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ'' تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''ھٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَاَلَ'' یہ میرے بندے کی درخواست ہے اور جو وہ مانگتا ہے میں نے اس کو دے دیا''۔

استدلال: اس حدیث میں صراط مستقیم کو دو باتوں میں منحصر کر دیا گیا کہ ایک فریق تو صراط مستقیم کا رہبر و رہنما ہے۔ یہ ائمہ مجتہدین ہیں۔ دوسرے ان کی رہنمائی میں راستہ طے کرنے والے۔ صراطِ مستقیم ایک عظیم شاہراہ ہے جس پر حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد صدیقین، شہداء اور صالحین راہبری کرتے آرہے ہیں۔ سورت فاتحہ میں امام جمع متکلم مع الغیر کے صیغوں کے ساتھ تلاوت کرتا ہے جو سب کی طرف سے ادا ہو جاتے ہیں۔ گویا ایک مجموعی درخواست پر مہریں لگا دیں۔ اس لیے یقیناً امام کی فاتحہ سب کی طرف سے ہو گئی۔ اس دعا کو قبول کرنے کا اللہ کا وعدہ ہے اور امام کی دعا پھر مقتدیوں کی آمین تو امام اور سب مقتدیوں کیلئے ہے تو جب امام کی اس دعا کو اللہ نے قبول کر لیا تو اگر مقتدیوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے وعدے پر یقین ہے تو امام کے پیچھے قراءت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان حقیقی کی حلاوت نصیب فرمائے آمین!

۱۳ فتح مکہ کی حدیث سے دلیل:

فتح مکہ کے بعد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ تو فرماں برداری میں خلل آجاتا کیونکہ قراءۃ خلف الامام سے امام کے ساتھ نزاع پایا جاتا ہے اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ قراءت خلف الامام سے حاکم کی اطاعت کا جذبہ کم ہوتا ہے۔

﴿۱۴﴾ نبی کریم ﷺ کی آخری باجماعت نماز:

جناب رسول اللہ ﷺ وفات سے آٹھ دن پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں منتقل ہو جانے کے بعد بھی مرض کی شدت اور ضعف و نقاہت بہت زیادہ بڑھ جانے کے باوجود کئی دن تک ہر نماز کے وقت مسجد تشریف لا کر حسب معمول خود ہی نماز پڑھاتے رہے۔ پھر اسی حال میں جمعرات کی رات (فیض الباری ج ا ص ۳۹۷) عشاء کی نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ پر غشی اور غفلت کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب اس کیفیت سے افاقہ ہوا۔ تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا لوگوں نے مسجد میں نماز ادا کر لی؟''۔ عرض کیا گیا: ابھی لوگوں نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں ہیں۔ آپ ﷺ نے غسل فرمایا۔ اٹھ کر کھڑے ہونے لگے، لیکن پھر وہ غشی اور غفلت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میری طرف سے کہہ دیا جائے کہ وہ نماز پڑھا دیں'' چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ یہ عشاء کی نماز تھی اور یہ پہلی نماز تھی جو رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات میں رسول اللہ ﷺ کے تاکیدی حکم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی مسجد نبوی میں نمازیں پڑھاتے رہے۔ پھر ہفتہ یا اتوار (فیض الباری ا/۳۹۷) کے دن نماز ظہر کے وقت جب کہ مسجد نبوی میں نماز باجماعت شروع ہو چکی تھی اور آپ ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی مرض الوفات کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

ثُمَّ انَّ النبی ﷺ وجد من نفسہ خفّۃً ، فخرج بین رجلین ، احدھما العباس، لصلاۃ الظھر ، وابوبکرٍ یصلّی بالناس ، فلمّا رآہ ابوبکرٍ ذھب لِیَتأخّرَ ، فاومأ الیہ النبیّ ﷺ بأن لا یتأخر ، قال: ''اجلسانی الی جنبہ''. فأجلساہ الی جنب ابی بکرٍ ، قال: فجعل ابوبکرٍ یُصلّی وھو قائم بصلاۃ النبیّ ﷺ ، والناس بصلاۃ ابی بکرٍ ، والنبی ﷺ قاعدٌ.

الحدیث. (بخاری ح ٦٨٧)

ترجمہ: ’’پھر نبی ﷺ نے سکون اور طبیعت میں ہلکا پن محسوس کیا۔ تو آپ ﷺ، ظہر کی نماز کے وقت، دو صاحبوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ ان میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ (دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے)۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو نماز پڑھا رہے تھے، ان کی نظر حضور ﷺ پر پڑی تو وہ اپنی جگہ سے پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹو، اپنی جگہ پر رہو۔ جو دو حضرات آپ ﷺ کو لے کر گئے تھے، ان سے فرمایا: مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر ہی میں بٹھا دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نبی ﷺ کی اقتداء کرنے لگے، اس حال میں کہ نبی ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنے لگے۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

واخذ رسول اللہ من القراءۃ من حیث کان بلغ ابوبکرؓ

(ابن ماجہ ح ١٢٣٥؛ مسند احمد ج١ ص٢٣٢)

’’رسول اللہ ﷺ نے وہیں سے قراءت شروع کی جہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے۔

اور ایک اور روایت میں (جو اس روایت کے لیے بطور شاہد اور تائید کے نقل کی جاتی ہے) یوں ہے:

فَقَرَأَ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي بَلَغَ أَبُوبَكْرٍ مِنَ السُّوْرَةِ (مسند احمد ح ١٧٨٧)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے سورت کے اس مقام سے قراءت شروع کی۔ جہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے‘‘

اور ایک روایت میں اس طرح ارشاد ہوا ہے:

فاستفتح النبیؐ ﷺ من حیث انتھیٰ ابوبکرؓ من القرآن

(سنن الکبریٰ ج٣ ص٨١؛ مسند احمد ح ٢٠٥٦)

''اور جناب رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے اس حصہ سے قراءت شروع کی جہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے''۔

اور ایک روایت میں ہے:

فاستتمّ رسول اللہ ﷺ من حیث انتھیٰ ابو بکرؓ من القراءۃ، وابوبکرٍ قائم، ورسول اللہ ﷺ جالس الحدیث (طحاوی ح ۲۳۱۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ نے وہاں سے قراءت پوری کی جہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے''۔

سند کی صحت: یہ روایت سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مسند احمد اور ابن ماجہ کی سند قوی ہے (فتح الباری ج ۵ ص ۶۲۹ بحوالہ احسن الکلام ج ۱ ص ۳۰۵) اس کی سند حسن ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۷) علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حافظ ابن حجر نے ابن ماجہ (اور طحاوی) کی روایت پر فتح الباری جلد ثانی میں حدیث حسن کا اور جلد سادس میں حدیث صحیح کا حکم لگایا ہے۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۳۹۸)

اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امام مقرر فرما دینے کے بعد حضور ﷺ نے ظہر کی یہ نماز مسجد تشریف لا کر ادا فرمائی۔ وہ ہفتہ یا اتوار کی ظہر تھی۔ اس کے علاوہ بھی کوئی نماز ان دنوں میں تشریف لا کر ادا فرمائی یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔

(فیض البای ج ۱ ص ۳۹۷)

استدلال: چونکہ حضور نبی اکرم ﷺ بیمار تھے۔ جلدی جلدی چل کر جانا، آپ ﷺ کے لیے دشوار تھا۔ اور دو آدمیوں کے سہارے آپ ﷺ مسجد میں پہنچے، حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے اور نماز آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے ہی شروع ہو چکی تھی۔ ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سورت فاتحہ مکمل یا اس کا اکثر حصہ پڑھ چکے ہوں گے۔ اور آپ ﷺ نے وہیں سے اور اس آیت سے قراءت شروع کی جہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے۔ حضور ﷺ سے پوری سورت فاتحہ چھوٹ گئی تھی یا اس کا اکثر حصہ، مگر باوجود اس کے آپ ﷺ کی نماز ادا ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اس نماز کو

صحیح اور درست سمجھا۔ اگر ہر رکعت میں امام کے پیچھے اقتداء کرنے والے پر سورت فاتحہ کا پڑھنا لازم اور ضروری ہوتا، تو حضور ﷺ کی یہ نماز معاذ اللہ ہرگز صحیح نہ ہوتی؟ حالانکہ آپ ﷺ کی یہ نماز بالکل صحیح ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ تصریح کرتے ہیں کہ بیماری کے دنوں میں آپ ﷺ نے صرف یہی ایک نماز جماعت سے ادا فرمائی تھی۔ اس لحاظ سے آپ ﷺ کے اس آخری فعل اور عمل سے بھی یہ حکم واضح ہو گیا کہ مقتدی پر سورت فاتحہ لازمی نہیں ہے۔ اوپر ذکر کی گئی بخاری کی روایت کے مطابق یہ نماز ظہر کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سری نمازوں میں بھی امام کے پیچھے مقتدی کا قراءت ترک کرنا نہ صرف یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے عین مطابق ہے، بلکہ آپ ﷺ کا آخری عمل بھی یہی ہے۔

(۱۵) معراج کی رات رسول اللہؐ کے امام الانبیاء بننے سے دلیل:

معراج کی رات تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ "نسائی (ج ۱ ص ۵۲) کی روایت میں ہے: ثُمَّ دَخَلْتُ اِلٰی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ فَجُمِعَ لِیَ الْاَنْبِیَاءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ فَقَدَّمَنِیْ جِبْرَائِیْلُ حَتّٰی اَمَمْتُهُمْ الحدیث۔ "پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا تو میرے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا پھر حضرت جبرائیل نے مجھے آگے کر دیا تو میں نے ان کی امامت کروائی"۔ آپ ﷺ کے امام الانبیاء ہونے سے عملی طور پر یہ بات سامنے آگئی کہ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے مطاع اور پیشوا ہیں۔ اس لئے کہ امام مطاع ہوتا ہے اس کی اتباع کی جاتی ہے۔

استدلال: انبیاء کرام علیہم السلام کو آپ ﷺ نے جو نماز پڑھائی۔ اس میں آپ ﷺ نے قراءت تو یقیناً کی ہوگی۔ دیگر انبیاء علیہم السلام پر نہ تو سورت فاتحہ نازل ہوئی، اور نہ ہی کسی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے نماز سے قبل اُن کو یہ سورت سکھلائی۔ اور نہ ہی کسی روایت میں وارد ہوا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے یہ سورت پڑھی۔ عشق کا تقاضا بھی تو یہی ہے کہ آپ ﷺ کی قراءت کو خاموشی سے سنا جائے۔ حاصل یہ کہ انبیاء علیہم السلام نے معراج کی رات

نماز میں آپ ﷺ کی اتباع کی اور آپ ﷺ کی قراءت کے وقت خاموشی اختیار کی۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ عمل اس حدیث پاک کے عین مطابق ہے:

﴿اِنَّمَا جُعِلَ الامَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَاَ فَانْصِتُوْا﴾

(ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷۶)

''امام کو اس لئے بنایا گیا کہ اس کی اتباع کی جائے تو جب وہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے تم اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہو اور جب وہ قراءۃ کرے تم خاموش رہو''۔

(علامہ محمد فواد عبد الباقی لکھتے ہیں قال السندی هذا الحديث صححه مسلم ولا عبرة بتضعيف من ضعفه؛ ابن ماجه بتحقيق فواد عبد الباقی ج ا ص ۲۷۶)

باب سوم:
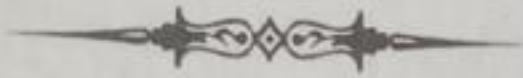
مدرکِ رکوع کا حکم قرآن وحدیث کی روشنی میں

جو شخص امام کے ساتھ رکوع کو پالے اس کو مدرک رکوع کہا جاتا ہے. جمہور علماءِ امت اس کے قائل ہیں کہ جو امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے اس کی وہ رکعت ادا ہو جائے گی۔ لیکن آج کچھ لوگ بلا کسی دلیل کے ان سب حضرات کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، اور اگر خود یہ لوگ امام کو رکوع میں پائیں تو تکبیر تحریمہ کے بعد پوری سورت فاتحہ پڑھ کر رفع یدین کر کے اگر امام کے ساتھ رکوع میں مل جائیں تو اس کو رکعت شمار کرتے ہیں ورنہ اس کو رکعت نہیں مانتے۔ ان کا یہ عمل بالکل بلا دلیل ہے جب کہ وہ صحیح نمازوں کو باطل کہتے ہیں۔ ہم نے اس حیثیت سے بھی قراءت خلف الامام کے مسئلہ پر غور کیا تو جمہور کے موقف کو ہی مضبوط پایا۔ ہم پھر اس بات کو دہراتے ہیں کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہمارے بھائی (جو مدرکِ رکوع کے قائل ہیں) مطمئن ہو جائیں کہ وہ بحمد اللہ قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں حق پر ہیں اور ان کا عمل شریعتِ مطہرہ کے عین مطابق ہے۔ ہاں اگر کوئی تعصب اور ضد سے بالاتر ہو کر ہمارے پیش کردہ دلائل اور حوالہ جات پر مزید بحث کرنا چاہے یا اپنا مؤقف پیش کرنا چاہے تو:

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے۔

قرآن پاک سے دلائل:

(1) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ (البقرہ: ۴۳)

ترجمہ: ”اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

استدلال: اس آیت میں نماز باجماعت کا ذکر ہے۔ نماز باجماعت میں قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ سب کچھ ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بالخصوص رکوع کا ذکر فرمایا۔ ''اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''۔ یوں نہ فرمایا: سجدہ کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرو۔ یوں بھی نہ فرمایا: قیام کرنے والوں کے ساتھ قیام کرو۔ اور یوں بھی نہ فرمایا: قراءت کرنے والوں کے ساتھ قراءت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے صرف رکوع کا ذکر کسی حکمت سے ہی کیا ہے۔ اس کی حکمت یہی معلوم ہوتی ہے: نماز باجماعت میں جو اہمیت رکوع کی ہے، وہ دوسرے اعمال کی نہیں ہے۔ وہ اہمیت یہ ہے کہ رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جانے سے رکعت ہو جاتی ہے۔ امام کے ساتھ سجدے میں مل جانے سے رکعت نہیں ہوتی۔ اگر قیام اور قراءت کا وقت نکل جائے تو بھی رکعت ہو جاتی ہے جبکہ رکوع مل جائے۔

اشکال: آیت کریمہ میں رکوع کا اس لئے ذکر کیا کہ یہودیوں کی نماز میں رکوع نہ تھا تو رکوع کا حکم دے کر یہودیوں سے کہا گیا کہ ایمان قبول کر کے مسلمانوں والی نماز ادا کرو۔ اس سے سورت فاتحہ کے نہ پڑھنے پر استدلال درست نہیں۔

جواب: یہودیوں کی نماز میں سورت فاتحہ بھی تو نہ تھی کیونکہ ایسی سورت تورات، زبور انجیل میں نہیں اتری (ترمذی طبع بیروت ج ۵ ص ۱۵۶ ترمذی طبع دیوبند ج ۲ ص ۱۱۱ نسائی طبع بیروت ج ۲ ص ۱۳۹ شرح السنۃ للبغوی ج ۴ ص ۴۴۴ و ص ۴۴۶ مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷ و ص ۴۱۳) پھر سورت فاتحہ کی قراءت کا حکم کیوں نہ دیا حالانکہ امام کے ساتھ سورت فاتحہ پڑھنے والے کو رکوع تو ساتھ مل ہی جائے گا لیکن محض رکوع میں مل جانے سے سورت فاتحہ تو نہ ملے گی۔ اگر قراءت فاتحہ ضروری ہوتی تو اس کا ذکر بھی ضرور ہوتا۔ معلوم ہوا کہ قراءت کو ذکر نہ کرنے اور رکوع کو ذکر کرنے کی حکمت یہی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جانے سے رکعت ہو جاتی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾

(آل عمران: ۴۳)

ترجمہ: ''اے مریم! تم اپنے رب کی عبادت میں لگی رہو، اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع بھی کیا کرو۔''

غور کیجیے کہ یہاں بھی یہ نہ فرمایا: سجدہ کر سجدہ کرنے والوں کے ساتھ، بلکہ یہی فرمایا: رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جیسے راکعین خدا کے آگے رکوع کرتے ہیں، تو بھی اسی طرح رکوع کرتی رہ۔ یا یہ مطلب ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر۔ اور چونکہ کم از کم رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہونے والا اس رکعت کو پانے والا سمجھا جاتا ہے۔ شاید اس لیے نماز کو بعنوان رکوع تعبیر کیا گیا، کما یفهم من کلام ابن تیمیۃؒ فی فتاواہ. واللہ اعلم'' (تفسیرِ عثمانی حاشیہ آیت ۴۳)
تو جو شخص رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اس کی وہ رکعت مکمل شمار ہوتی ہے حالانکہ اس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔ یہ بڑی واضح اور صریح دلیل ہے کہ قراءت فاتحہ خلف الامام مقتدی پر فرض نہیں ہے۔ روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے، نیز جمہور اسلاف امت کا مسلک بھی یہی ہے۔

حدیث نبوی سے دلیل:

(1) عن ابی بکرۃ رضی اللّٰہ عنہ: أنّہٗ انْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وھو راکعٌ فرکع قبل اَنْ یَّصِلَ الی الصفِّ، فَذَکَرَ ذٰلک لِلنَّبِیِّ ﷺ فقال: زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصاً، ولا تَعُدْ. (صحیح بخاری: اذا رکع دون الصف ح۷۸۳؛ جزء القراءۃ للبخاری ح ۱۳۵) ذکر ابن حجرؒ: عن الحسن عند الطبرانی، فقال: ''ایکم صاحب ھٰذا النفس''؟ قال: خَشِیْتُ أَنْ تَفُوْتَنِیَ الرَّکْعَۃُ معک.

(فتح الباری. اذا رکع دون الصف ج۲ ص۳۴۷)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب وہ نبی اکرم ﷺ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ رکوع کی حالت میں تھے، تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی رکوع کرلیا۔ جب نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے اس شوق کو بڑھائے، آئندہ ایسا نہ کرنا (کہ صف میں شامل ہونے سے پہلے نماز شروع کردو)۔''

شراح حدیث کے حوالے:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس نے ایسا کیا ہے؟ تو حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے ایسا کیا ہے تاکہ آپ کے ساتھ میری یہ رکعت فوت نہ ہو جائے۔

(فتح الباری .باب اذا رکع دون الصف ج ۲ ص ۳۴۷)

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا۔ جس نے امام کو رکوع میں پالیا، اس کو وہ رکعت مل جائے گی۔ جو رکوع کے بعد یا سجدے میں پائے اس کو وہ رکعت نہ ملے گی۔ امام کے بعد وہ رکعت پڑھنی ہوگی۔ (شرح السنہ ج ۳ ص ۳۸۰)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے متعدد احادیث ذکر کر کے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور یہ بھی بتلایا کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے علاوہ بھی اسی طرح جماعت میں شرکت کی ہے۔ اور اس رکعت و رکوع کو بغیر فاتحہ کے معتبر سمجھا ہے، بلکہ ایک واقعہ دو صحابہ کا یہ بھی ذکر کیا ہے کہ دونوں نے اسی طرح جماعت میں شرکت کی تو ایک یہ سمجھ کر کہ رکوع سے رکعت نہیں ملی، کھڑا ہونے لگا کہ اس رکعت کو پڑھے، دوسرے ساتھی نے اس کو بٹھلا دیا اور کہا: تم نے رکعت پالی تھی۔ (انوار الباری ج ۱۶ ص ۴۴۸)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے شوق کو سراہتے

ہوئے انہیں دعا دی اور آئندہ صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی نماز شروع کرنے سے روکا۔

(2) عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ انَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم صلّٰی صلوٰۃ الصبح، فسمع نفساً شدیداً او بَھَرًا مِنْ خَلْفِہٖ فلمَّا قضٰی رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ قال لابی بکرۃ: "انتَ صاحب ھٰذا النفس؟" قال: نعم! جعلنی اللّٰہ فداک! خشیتُ انْ تَفُوتَنِیْ رکعۃٌ معک، فأَسْرَعْتُ الْمَشْیَ. فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: "زادک اللّٰہُ حِرْصًا ولا تَعُدْ. صلِّ ما ادرکتَ واقض ما

سبق". (جزء القراءة للبخاری ح ۱۹۵)

ترجمہ: "حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے کسی آدمی کے تیز سانس یا ہانپنے کی آواز سنی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تیز تیز سانس لینے والے تم ہو؟" ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! اللہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا کرے! مجھے یہ ڈر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری رکعت فوت ہو جائے گی۔ اس لیے میں تیز تیز چل کر آیا ہوں۔ (اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس میں اختلاف نہ تھا کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے۔ پھر ایسا نہ کرنا۔ نماز کا جو حصہ ملے اسے پڑھ لو اور جو پہلے گزر چکا ہو اس کو قضا کر لو"۔

استدلال: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ جلدی سے رکوع میں شریک ہو گئے تاکہ یہ رکعت فوت نہ ہو جائے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرما دی کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار ہوتی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کا استدلال:

مشہور محدث امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی یہی عمل نقل کیا ہے۔ اور ان روایات کا عنوان قائم کرتے ہوئے یوں استدلال کیا ہے: باب من رکع دون الصف وفی ذلک دلیل علی ادراک الرکعۃ ولولا ذلک لماتکلفوہ. (سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۰) "یہ باب ان لوگوں کے بیان میں ہے جنہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا اور یہ عمل دلیل ہے کہ اس سے ان کا مقصد اس رکعت کو حاصل کرنا تھا ورنہ انہیں اس جدوجہد کی کیا ضرورت تھی؟

(3). عن ابن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ، قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "اذا وجدتم الامام ساجداً فاسجدوا او راکعاً فارکعوا، او قائماً فقوموا، ولا تعتدوا

بالسجود اذا لم تدركوا الركعة".

(اسحاق المروزی فی مسائل احمد واسحاق (۱/۱۲۷/۱)؛ بیهقی (ج ۲ ص ۸۹)؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة (رقم الحدیث ۱۱۸۸)

ترجمہ: "حضرت ابن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جب تم امام کو سجدہ کی حالت میں پاؤ تو اس کے ساتھ سجدہ کرو، اگر رکوع کی حالت میں پاؤ تو اس کے ساتھ رکوع کرو اور اگر قیام کی حالت میں پاؤ تو اس کے ساتھ قیام شروع کر دو، لیکن جب تک رکوع نہ ملے اس وقت تک رکعت کا کوئی اعتبار نہ کرو۔"

(4) عن ابی هریرة مرفوعاً: "اذا أتىٰ احدكم الصلاة فلا يركع دون الصف حتىٰ يأخُذ مكانه من الصف"

(طحاوی ح ۲۲۶۹؛ قال ابن حجر رواه الطحاوی باسناد حسنٍ، فتح الباری ج ۲ ص ۳۴۸)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جب کوئی تم میں سے نماز پڑھنے کے لیے آئے، تو صف میں پہنچنے سے پہلے دور ہی رکوع میں نہ چلا جائے یہاں تک کہ صف میں اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے"۔

(5) عن عبد الله بن ابی اوفیٰ: انَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم كان يقوم فی الركعة الاولىٰ من صلوٰة الظهر حتىٰ لا يسمع وَقْعَ قَدَمٍ

(ابوداوٗد ح ۸۰۲؛ قال العلامه عثمانیؒ: والرجل المبهم فيه هو طرفة الحضرمی، ذكره ابن حبان فی الثقات، كما فی اللسان. فتح الملهم ج ۳ ص ۳۵۸ طبع جديد)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں اتنی دیر قیام کرتے تھے یہاں تک کہ قدموں کی آواز کو نہ سنتے تھے"۔

استدلال: یعنی جب تک کسی نمازی کے قدموں کی آواز سنتے قراءت فرماتے تا کہ وہ رکوع میں مل سکے اور رکعت کو پالے۔ اور جب قدموں کی آواز آنی بند ہو جاتی تو رکوع کرتے۔ اگر

رکوع کے ملنے سے رکعت نہیں ہوتی تو اس انتظار کا کوئی مقصد نہ ہوتا۔

(6) عن ابی مالک الاشعری عن رسول اللہ ﷺ: انه کان یسوّی بین الاربع رکعات فی القراءۃ والقیام، ویجعل الرکعة الاولیٰ هی اطولهن لکی یثوب الناس الحدیث(حسن. مسند احمد ح ۲۲۴۰۴)

ترجمہ: ''حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نماز کی چاروں رکعات کو قراءت اور قیام میں برابر کرتے تھے۔ پہلی رکعت کو سب سے لمبی کرتے تھے تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو حاصل کر سکیں۔''

(7) عن ابی هریرة رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: ''اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن سجود فاسجدوا، ولا تعدُّوها شیئاً، ومن ادرک الرکعة فقد ادرک الصلوٰۃ''

(ابو داوٗد ح ۸۹۳؛ مستدرک حاکم ح ۸۱۴؛ حسن. صحیح ابو داوٗد ح ۷۹۲. ۸۹۳؛ صحیح ابن خزیمة ج۳ص ۵۸)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز کے لیے آؤ، اور ہم سجدہ میں جا چکے ہوں تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور اس رکعت کو شمار نہ کرو۔ البتہ جس نے رکوع پالیا، اس نے نماز کی (وہ رکعت) پالی''۔

(8) عن ابی هریرة، انَّ رسول اللہ ﷺ قال: ''من ادرک رکعة من الصلوٰۃ فقد ادرکها قبل ان یقیم الامام صلبه''.

(صحیح ابن خزیمة ج۳ص ۴۵؛ صحیح ابن حبان ج۴ص ۳۵۲؛ قال العثمانی: قال الشوکانی: ''وهو انهض ما احتج به الجمهور فی هذه المسئلة'' فتح الملهم ج۳ص ۳۵۹؛ قال القاری: قال ابن حجر وروی ابن حبان، وصححه، بذل المجهود فی حل ابی داود ج۵/ص ۱۱۳)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے امام کے رکوع سے اٹھنے سے پہلے رکوع کو پالیا، اس نے وہ رکعت پالی''۔

(9) حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:

شروع اسلام میں کسی شخص کی کوئی رکعت رہ جاتی وہ پہلے اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرتا۔ پھر نبی ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہوا کرتا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ آئے۔ پہلے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر کھڑے ہو کر گزری ہوئی رکعات ادا کیں۔ آپ ﷺ نے ان کے اس عمل کی تائید کی اور فرمایا: ''اِنَّ مُعَاذًا قَدْ سَنَّ لَكُمْ سُنَّةً كَذٰلِكَ فَافْعَلُوْا'' تحقیق معاذ نے تمہارے لئے ایک طریقہ شروع کیا پس تم ایسے ہی کیا کرو۔

امام ابوداود روایت کرتے ہیں:

عن ابن ابی لیلیٰ قال: و حدثنا أصحابنا قال: و كان الرجل اذا جاء يَسْأَلُ فَيُخْبَرُ بِمَا سُبِقَ مِنْ صَلَاتِهِ، وَأَنَّهُمْ قَامُوا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ قَائِمٍ وَرَاكِعٍ وَ قَاعِدٍ وَ مُصَلٍّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. قال: فَجاء معاذ فاشاروا اليه. قال: فقال معاذ: لا أَرَاهُ عَلٰى حالٍ اِلَّا كُنْتُ عليها. قال: اِنَّ مُعَاذًا قَدْ سَنَّ لَكُمْ سُنَّةً كَذٰلِكَ فَافْعَلُوْا.

الحدیث (سنن ابی داود ، باب كيف الاذان ح ٥٠٦؛ صحيح سنن ابی داود ح ٤٧٨..٥٠٦؛ السنن الكبرى ج٣ ص ٩٣)

ترجمہ: ''حضرت ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب ہم سے بیان کرتے تھے: ایک شخص جب نماز پڑھنے آتا تھا تو وہ اپنے ساتھیوں سے پوچھ لیتا تھا۔ ساتھی اس کو بتا دیتے تھے جو حصہ نماز میں سے گزر گیا ہوتا تھا۔ (تو وہ شخص نماز کے گزرنے ہوئے حصہ کو ادا کر کے شامل ہو جاتا تھا)۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے کچھ قیام کی حالت میں تھے کچھ رکوع کی حالت میں کچھ قعدے کی حالت میں اور کچھ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تشریف لائے کہنے لگے میں تو جس حالت میں نبی ﷺ کو دیکھوں گا اسی کو اختیار کروں گا نبی ﷺ نے فرمایا: تحقیق معاذ نے تمہارے لئے ایک طریقہ شروع کیا ہے اب تم ایسے کیا کرو۔''

قابل توجہ: اس روایت کے یہ الفاظ قابل غور ہیں ”اور وہ لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کھڑے ہوئے کچھ قیام کی حالت میں کچھ رکوع کی حالت میں کچھ قعدے کی حالت میں اور کچھ رسول ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے“۔ دیکھیے اس روایت میں مقتدیوں کے قیام رکوع اور قعدے کا ذکر موجود ہے مگر قراءت خلف الامام کا ذکر نہیں ہے۔

(10) حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب ”المطالب العالیة“ میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں: ”ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے جوتوں کی آہٹ سنی۔ پھر جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ”تو نے ہمیں کس حالت میں پایا؟“ اس نے عرض کیا: سجدے کی حالت میں۔ پھر میں نے بھی (آپ کے ساتھ) سجدہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا ہی کیا کرو۔ جب تک رکوع میں شامل نہ ہو جاؤ، تو سجدہ میں شریک ہونے سے اس کی یہ رکعت شمار نہ کرو۔ پس جب تم امام کو قیام کی حالت میں دیکھو تو قیام میں شامل ہو جاؤ۔ امام رکوع میں ہو تو رکوع کرو، سجدہ میں ہو تو سجدہ کرو، اور التحیات میں بیٹھا ہو، تو بیٹھ جاؤ“ (صححه ابن حجر، فتح الملهم ج۳ ص ۳۵۸)

(10) عن ابی قتادة رضی اللہ عنہ انه قال: وكان يطوّلُ الركعة الاولىٰ من الظهر، ويقصر الثانية، وكذلك فی الصبح. وفی رواية: وهكذا فی صلاة العصر. وفی رواية، قال: فَظَنَنَّا انه يريد بذٰلك ان يدرك الناس الركعة الاولىٰ.

(ابو داؤد ح ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰؛ صحیح ابو داؤد ح ۷۱۶۔۔۷۹۸، ۷۱۷۔۷۹۹، ۷۱۸۔۔۸۰۰)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے وقت ظہر کی پہلی رکعت کو لمبا اور دوسری رکعت کو چھوٹا کرتے تھے۔ اسی طرح عصر اور فجر کی نمازوں میں بھی کرتے تھے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس سے ہم یہ سمجھتے تھے کہ ایسا آپ ﷺ اس لیے کرتے تھے تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہلی رکعت کو حاصل کرنے والے بن جائیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار:

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسی کے قائل ہیں کہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کی وہ رکعت شمار ہوتی ہے ذیل میں کچھ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

(1) عن عليٍ و ابن مسعودٍ قالا: من لم يدرک الرکعة فلا يعتدّ بالسجدة

(مجمع الزوائد ح ۲۴۰۲؛ رواہ الطبرانی فی الکبیر ح ۹۳۷۰، ۹۳۷۱؛ قال الھیثمی ورجالہ موثقون .

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں فرماتے ہیں: ”جس نے (امام کو) رکوع (میں) نہ پایا۔ اس کے سجدہ (میں) پانے کا کوئی اعتبار نہیں“۔

(2) عن زید بن وھب قال: دخلتُ انا و ابن مسعود المسجد و الامام راکع فرکعنا، ثم مضینا حتّٰی استوینا بالصف، فلما فرغ الامام قمت اقضی، فقال: قد ادرکته.

(مجمع الزوائد ح۲۴۰۴؛ طبرانی فی الکبیر ح۹۳۵۸؛ قال الھیثمی ورجالہ ثقات)

ترجمہ: ”حضرت زید بن وھب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے داخل ہوئے، امام رکوع میں جا چکا تھا۔ چنانچہ ہم بھی رکوع میں چلے گئے اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے۔ جب امام نماز سے فارغ ہوا تو میں اٹھ کر (وہ رکعت) قضا کرنے لگا۔ حضرت، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم نے وہ رکعت پالی ہے“۔

(3) عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه انه قال: من فاته الرکوع فلایعتد بالسجود. (مصنف عبد الرزاق ج۲ ص ۲۸۱)

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا رکوع چھوٹ جائے۔ اور وہ سجدہ میں شریک ہو تو اس کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی“۔

(4) ان زید بن ثابت و ابن عمر کانا یفتیان الرجل اذا انتھی الی القوم وھم رکوع أن یکبر تکبیرةً وقد أدرک الرکعة قالا وان وجدھم سجوداً سجد معھم ولم یعتد بذٰلک. (مصنف عبد الرزاق ج۲ ص ۲۷۸)

ترجمہ: ” حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فتوی دیا کرتے تھے

کہ جو شخص جماعت کو رکوع کی حالت میں پائے وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو اس نے اس رکعت کو پالیا، البتہ اگر وہ سجدہ کی حالت میں شریک ہو تو اس کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔"

(5) شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو یہ کہتا ہو: قراءت کے بغیر رکوع میں شامل ہونے والے کی رکعت نہیں ہوتی۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کتاب الوتر کے آخر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "دعائے قنوت کو رکوع سے پہلے دائمی طور پر پڑھنے والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں تاکہ لوگ رکوع میں شامل ہو کر رکعت پانے والے بن جائیں"۔ (فتح الباری ج۲ ص ۶۳۲؛ فتح الملہم ج۳ ص ۳۵۸)

(6) امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ بڑی محنت اور مشقت سے رکوع میں شامل ہونے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رکوع کو پالینے والا، رکعت کو حاصل کرنے والا ہے۔ ورنہ یہ اکابر اس کی زحمت ہرگز گوارا نہ کرتے (بمعناہ)

(سنن کبریٰ ج۲ ص ۹۰)

(7) عن ابن عمر انه کان یقول: اِذَا فَاتَتْکَ الرَّکْعَةُ فَاتَتْکَ السَّجْدَةُ

(صحیح. موطا امام محمد ح ۱۳۳؛ موطا امام مالک ح ۱۶)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: جب تجھ سے رکوع فوت ہوگیا، تو پھر سجدہ بھی فوت ہوگیا" (یعنی وہ رکعت نہ ہوئی)۔

(8) عن ابی هریرة، اَنَّ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: "من ادرک رکعة من الصلوٰة، فقد ادرک الصَّلوٰة"۔

(موطا امام مالک ح ۱۵؛ بخاری ح ۵۸۰؛ مسلم ح ۱۳۷۱؛ صحیح ابوداؤد ح ۹۹۱. ۱۱۲۱؛ ترمذی ح ۵۲۴؛ نسائی ح ۵۵۳، ح ۵۵۴، ح ۵۵۵، ح ۵۵۶؛ احمد ح ۷۲۸۲، ح ۷۵۸۴، ح ۷۶۵۲، ح ۷۷۵۲، ح ۸۸۷۰؛ دارمی ح ۱۲۲۰، ح ۱۲۲۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو نماز کا رکوع مل گیا اس کو وہ رکعت مل گئی''۔

(9) اَنَّ اباھریرۃ کان یقول: من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ، ومن فاتہ قـراءۃُ امِّ القرآنِ، فقد فاتہ خیر کثیر

(موطا امام مالک ح ۱۸؛ السنن الکبریٰ للبیھقی ح ۲۵۸۳)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جس نے رکوع پالیا۔ اس نے سجدہ بھی پالیا۔ جس سے ام القرآن فوت ہوگئی، اس سے خیر کثیر فوت ہوگئی''۔

(10) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مـن ادرک الامـام راکعاً قبل ان یرفع الامام راسہ فقد ادرک تلک الرکعۃ

(بیھقی ج۲ص ۹۰؛ شرح السنہ ج۳ص ۳۸۲)

''جس نے امام کو رکوع کی حالت میں پالیا۔ پھر امام کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع کرلیا تو اس نے رکعت کو پالیا''۔

(11) عـن عـطـاء، انـہ سمع ابن الزبیر رضی اللہ عنہ عـلـی الـمنبر یقول: ''اذا دخل احدکم المسجد والناس رکوع، فلیرکع حین یدخل.

الـحـدیـث. (طبـرانـی فـی الاوسط ح ۷۰۱۲؛ حاکم ح ۸۰۸؛ بیھقی ج۳ص ۱۰۶؛ سـلـسـلۃ الاحـادیـث الـصـحـیـحۃ ح ۲۱۹؛ مجمع الزوائد ح ۲۵۳۹؛ طبرانی فی الاوسط ح ۷۰۱۶؛ قال الھیثمی رجالہ رجال الصحیح).

حضرت عطاء کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو۔ اور لوگ رکوع کی حالت میں ہوں تو داخل ہوتے ہی (نماز شروع کر کے) رکوع کرے۔

تنبیہ: ان عبارات سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ اگر امام سجدے میں ہو تو انسان کھڑا ہو کر اگلی رکعت کا انتظار کرے، بلکہ کھڑے ہو کر تکبیرِ تحریمہ کہے اور سجدے میں امام کے ساتھ جا ملے۔ حافظ ابنِ قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام اگر سجدے میں ہو تو مقتدی کو امام کی دوسری رکعت کا انتظار نہ کرنا چاہیے، بلکہ سجدے میں جا ملے۔ ہوسکتا ہے کہ سجدے سے سر اٹھانے سے پہلے پہلے اس کی بخشش کر دی جائے۔ (المغنی

ج ۱ص ۵۴۵) اسی لیے امام ابن خزیمہ (ج ۳ص ۵۸) نے ”فلا تعدوها شيئاً“ میں نفی کو نفیِ کمال کے لیے کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سجدے میں ملنے سے رکعت تو نہ ہوگی لیکن یہ مطلب نہیں کہ مقتدی کو اس کا کوئی اجر وثواب نہ ملے گا۔ اجر وثواب تو یقیناً ملے گا لیکن وہ رکعت دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

مندرجہ بالا روایات اس مسئلہ میں بالکل صریح ہیں کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار ہوتی ہے۔ اور اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مقتدی پر سورت فاتحہ ضروری نہیں ورنہ ایسے شخص کی رکعت کیونکر شمار ہوسکتی ہے جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی؟ مگر افسوس کہ ان صریح روایات کے باوجود بعض لوگ کہتے ہیں کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کی بابت صراحت سے منقول ہیں جبکہ کسی ایک حدیث سے بھی اس صراحت کے ساتھ ثابت نہیں کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی اس رکعت کا اعتبار نہیں۔

رکوع میں امام کے ساتھ ملنے کا طریقہ:

امام کے ساتھ رکوع میں ملنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف تکبیرِ تحریمہ کہتے تھے اور رکوع کے لیے تکبیر نہیں کہتے تھے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”عن ابن شهاب قال: كان ابن عمر وزيد بن ثابت اذا اتيا الامام وهو راكع كبرا تكبيرة وير كعان بها“. (السنن الکبریٰ ج ۲ص ۹۱)۔ ”حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرات بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جب امام کے پاس اس وقت پہنچتے، جب امام رکوع میں ہوتا، تو ایک مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور اسی کے ساتھ رکوع کرتے“۔ امام بیہقی رحمہ اللہ اس موضوع پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی روایات بھی لائے ہیں۔

شمس الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ اور موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس نے امام کو رکوع میں پایا، اس کو ایک مرتبہ تکبیر کہنا کافی ہے اور وہ تکبیر تحریمہ ہے۔ جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور وہ رکن ہے جو کسی حالت میں ساقط نہیں۔ اور یہاں تکبیر رکوع ساقط ہو جاتی ہے۔ اس پر امام احمد رحمہ اللہ نے ابوداود اور صالح کی روایت میں تصریح کی

ہے۔ یہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سعید بن میسیب رحمہ اللہ، عطاء، حسن، ثوری، شافعی، مالک اور اصحاب الرای سے مروی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس پر دو تکبیریں ہوں گی۔ اور یہی قول حماد بن ابی سلیمان کا ہے۔ ہمارے شیخ فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں کا مقصد یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ دو تکبیریں کہے۔ لہٰذا یہ بھی جماعت کے قول کے موافق ہو جائے گا۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تام نہیں کرتے تھے۔ پہلے قول کی وجہ یہ ہے کہ یہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں۔ لہٰذا یہ اجماع ہو گیا۔

(الشرح الکبیر ج ۲ ص ۹؛ المغنی ج ۱ ص ۵۴۴)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امام کے ساتھ رکوع میں ملنے کیلئے دوسری تکبیر نہ کہتے تھے جو اللہ کا ذکر ہے تو خالی رفع یدین یقیناً نہ کرتے ہوں گے جو اللہ کا ذکر بھی نہیں اگر رکوع سے پہلے رفع یدین اتنا اہم ہوتا، تو وہ حضرات اسے کبھی ترک نہ کرتے۔

تنبیہ: ایک بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ پہلی تکبیر پوری کی پوری قیام کی حالت میں کہے، اگر جھکتے ہوئے تکبیرِ تحریمہ کہے گا تو نماز نہ ہوگی۔

نمازِ کسوف سے استدلال:

بعض فقہاء کہتے ہیں: نماز کسوف کی ہر رکعت میں دو رکوع ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص پہلے رکوع میں امام سے مل گیا، اس کی تو وہ رکعت ہو ہی جائے گی۔ کمال تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے رکوع میں ملتا ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک اس کی وہ رکعت بھی ہو جائے گی۔ جن فقہاء کے نزدیک نماز کسوف کی ایک رکعت میں تین رکوع ہیں۔ ان کے نزدیک تو دوسرے رکوع میں ملنے والے کی رکعت یقیناً درست ہے۔ (الشرح الکبیر ج ۲ ص ۲۸۱)

امام طحاوی رحمہ اللہ کا استدلال:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے ترکِ قراءت خلف الامام پر متعدد مرفوع احادیث اور آثار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہ اللہ وغیرہم نقل کرنے کے بعد اپنی عادت کے مطابق فقہی

استدلال اور عقلی دلیل یوں بیان کی ہے:

''اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور سورت فاتحہ اس سے مکمل طور پر چھوٹ چکی ہو، تو جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک اس کی وہ رکعت بالکل صحیح اور درست ہے۔ اگر تکبیر تحریمہ اور قیام (جس میں کم از کم تکبیر تحریمہ ادا کر سکتا ہو) کی طرح مقتدی پر سورت فاتحہ بھی پڑھنی لازم، فرض اور رکن ہوتی تو جیسے تکبیر تحریمہ اور قیام اس سے ساقط نہیں ہوتے، اسی طرح اس پر سورت فاتحہ کا پڑھنا بھی فرض ہوتا اور بغیر اس کے اس کی نماز نہ ہو سکتی۔ حالانکہ جمہور کے نزدیک اس کی یہ رکعت بالکل صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی پر سورت فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں۔ وھوالمطلوب۔ (طحاوی ج اص ۲۸۲)

مدرکِ رکوع اور جمہور علماء امت:

مدرکِ رکوع اجماعی مسئلہ ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس میں کوئی اختلاف نہیں سنا گیا کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت ہو جاتی ہے اگر چہ اس نے خود قراءت نہ کی ہو''۔ (مسائل احمد ص ۷۸)۔ علامہ عراقی رحمہ اللہ، علامہ نووی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ رکوع میں مل کر رکعت شمار نہ کرنے کا قول شاذ اور منکر ہے۔ آئمہ اربعہؒ وغیرہم سے جو قول معروف ہے اور جس پر لوگ ہمیشہ ہمیشہ سے قائم ہیں وہ رکوع کی رکعت کا معتبر ہونا ہے۔ (طرح التثریب ج ۶ ص ۳۶۴)۔ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''امام مقتدی کی طرف سے قراءت کو برداشت کر لیتا ہے کیونکہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ مقتدی جب امام کو رکوع میں پائے تو تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور کسی شئے کی قراءت نہ کرے''۔ (الکافی لابن عبدالبر ص ۴۰)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فتاوی میں، نواب صدیق حسن خان نے بدور الاھلۃ میں، علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے عون المعبود میں، اور علامہ شوکانی نے نیل الأوطار میں، اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار ہو گی۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والمسبوق اذا لم یتسع وقت قیامہ لقراءۃ الفاتحۃ فانہ یرکع مع

امامه ولايتم الفاتحة باتفاق الأئمة وان كان فيه خلاف فهو شاذ.

(مختصر فتاوی ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۹)

"جماعت میں تاخیر سے شامل ہونے والے شخص کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کا وقت نہ ملے، تو وہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے، اور فاتحہ نہ پڑھے ۔ اس پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے اور اس سلسلہ میں اختلاف کی حیثیت شذوذ کے مترادف ہے"۔

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

واعتداد لاحق بر کعتے کہ رکوعش دریافتہ مذهب جمہور است مگر جماعتے از اهل علم در آن خلاف کرز (بدور الأهلة) جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی پوری رکعت شمار ہوگی ۔ مگر بعض علماء اس کے مخالف ہیں۔

الغرض نواب صاحب کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ جمہور کا مسلک یہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ موصوف اپنی مسلکی مجبوریوں کی وجہ سے جمہور علماء کا راستہ چھوڑ گئے ہیں۔

مشہور غیر مقلد عالم علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے عون المعبود میں لکھا ہے کہ علامہ شوکانی نے ابتداء نیل الاوطار میں یہی فرمایا ہے کہ رکوع میں شامل ہونے سے وہ رکعت شمار نہیں ہوتی لیکن بالآخر الفتح الربانی فی فتاوی الشوکانی میں اس قول سے رجوع کیا ہے اور جمہور کے مسلک کو راجح قرار دیا ہے چونکہ اس کے دلائل موجود ہیں۔

(عون المعبود: الرجل یدرک الامام ساجداً)

خلاصہ بحث: الغرض قرآن پاک کی آیات، بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث کی روایات، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاوی، اور جمہور علماء امت کے مسلک سے معلوم ہو گیا کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی رکعت شمار ہوتی ہے۔ اور علامہ شوکانی نے غیر مقلد ہونے کے باوجود بالآخر اسی موَقف کو راجح قرار دیا کیونکہ یہ موَقف دلائل کے اعتبار سے بہت مضبوط ہے اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مقتدی کا سورت فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ اب کچھ تو ان لوگوں کو سوچنا چاہیے جو جمہور کے موقف رکھنے والوں کو بدنام کرتے ہوتے کہتے ہیں کہ ان کی نماز نہیں ہوتی حالانکہ خود ان کے پاس اپنے موقف کی کوئی صریح اور صحیح دلیل نہیں ہے۔

باب چہارم:

حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور منقبت

ارشاد باری ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوا مِنکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُم فِی الْأَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِن قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِیْ ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُم مِّن بَعْدِ خَوْفِھِمْ أَمْناً یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئاً وَمَن کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَأُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ (النور:۵۵)

”تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا۔ اور ان کے لیے اُس دین کو ضرور اقتدار بخشے گا جسے ان کے لیے پسند کیا ہے۔ اور ان کو جو خوف لاحق رہا ہے، اس کے بدلے انہیں ضرور امن عطا کرے گا۔ (بس) وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے، تو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔“

اس آیت سے حضرات خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی فضیلت اور منقبت ثابت ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معیارِ حق بنا کر ہمیں ان کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

(1) عن حذیفة قال: قال رسول الله ﷺ: "انی لا ادری ما بقائی فیکم؛ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنِ مِنْ بَعْدِیْ: اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ.

(ترمذی ح ۳۶۶۲، ۳۶۶۳ وقال: ھذا حدیث حسن؛ ابن ماجہ ح ۹۷؛ مستدرک حاکم؛ مشکوٰۃ ح ۶۰۶۱، قال الالبانی: قال الترمذی: حدیث حسن. وھو کما قال او اعلیٰ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا: "میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تم میں زندہ رہوں گا لہٰذا تم میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنا"۔

(2) عن جبیر بن مطعمٍ، قال: اتتِ النبیَّ ﷺ امراۃٌ فکلَّمَتْه فِی شیْ، فَأمَرَهَا أن تَرْجِعَ الیه، قالت: یا رسولَ الله! أرأیْتَ اِنْ جِئْتُ ولَمْ اَجِدْکَ؟ کأنها تریدُ الموتَ. قال: "فَاِنْ لَمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ أبَابَکْرٍ".

(بخاری ح ۳۶۵۸، ۷۲۲۰، ۷۳۶۰؛ مسلم ح ۶۱۷۹، ۶۱۸۰؛ متفق علیه، مشکوٰۃ ۶۰۲۲)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ سے کوئی مسئلہ دریافت فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "پھر کسی وقت آنا"۔ اس عورت نے عرض کیا: اگر میں پھر کسی وقت آؤں، جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کو نہ پاؤں، یعنی اگر آپ ﷺ کی وفات ہو جائے تو پھر کیا کروں؟ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا"۔

(3) عن العرباض بن ساریة قال: وَعَظَنَا رسولُ الله ﷺ یوماً بعدَ صلاةِ الغداةِ مَوعِظَةً بَلِیغَةً ذَرَفَتْ منها العُیُوْنُ ووَجِلَتْ منها القلوبُ فقال رجلٌ: اِنَّ ھٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَبِمَاذَا تَعْهَدُ اِلَیْنَا یا رسول الله؟ قال: "اُوْصیکم بتقوی اللهِ، والسمعِ والطاعةِ وان عبدٌ حبشیٌّ فَاِنَّهٗ مَنْ یَعِشْ مِنکُم یَرَی اخْتِلافاً کثیراً، وایاکم ومحدثات الامور، فانها ضلالةٌ فمن ادرک ذٰلک منکم فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء

الراشدين المَهْدِيِّينَ عَضُّوا عليها بالنَّوَاجِذِ "

(ترمذی ح ۲۶۷۶؛ ابوداود ح ۴۶۰۷؛ ابن ماجه ح ۴۴، ۴۳؛مسند احمد؛ مشکوٰۃ ح ۱۶۵، وقال الالبانی: وسنده صحیح، وقال الترمذی: "حدیث حسن صحیح"، وصححه جماعة، منهم الضیاء المقدسی فی "اتباع السنن واجتناب البدع" التعلیقات الالبانی علی المشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۸ ؛سنن الکبریٰ للبیهقی ج۶ ص ۵۴۱؛شرح السنة للبغوی ح ۱۰۲؛ صحیح ابن حبان ح ۵)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مؤثر اور بلیغ تقریر ارشاد فرمائی۔ جس سے لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل میں خشیت طاری ہو گئی۔ ایک شخص نے دریافت کیا: حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا کہ یہ تقریر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، رخصت کرنے والے کی (آخری) تقریر ہے۔ اس لیے ہمیں کچھ وصیت ارشاد فرما دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہنا، امیر کی بات کو سننا اور اس کی اطاعت کو بجالانا، اگرچہ ایک حبشی غلام ہی تمہارا امیر منتخب ہو جائے۔ کیونکہ میرے بعد تمہاری زندگی کے مراحل میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو، جو ہدایت یافتہ ہیں، مضبوط پکڑو۔ میری اور ان کی سنت کو اپنی داڑھوں سے مضبوط پکڑو۔ دین میں نئی نئی باتوں سے احتراز کرو، کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

اس حدیث سے یہ امور مستنبط ہوتے ہیں:

(1) یہ صحیح روایت صراحت سے اس امر کو بیان کرتی ہے کہ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

(2) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وصیت میں جہاں تقویٰ اختیار کرنے پر زور دیا ہے، وہاں امیر کی اطاعت کی بھی، اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، نمایاں طور پر تاکید فرمائی ہے۔

(3) آپ ﷺ نے جہاں اپنی سنت کی پیروی پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کو تاکیدِ بلیغ ارشاد فرمائی ہے، وہاں اپنے حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو بھی مضبوط پکڑنے کا تاکیدی حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اور ان کی سنت کو ایک حسی مثال سے واضح کیا ہے کہ جس طرح داڑھوں میں مضبوط پکڑی ہوئی چیز نکل نہیں سکتی۔ اسی طرح فرمایا: میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو۔ اس کو بالکل جنبش بھی نہ آنے دو۔

(4) آپ ﷺ نے اپنے خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کی غیر معمولی توصیف کی ہے کہ وہ راشد (راہِ راست پر چلنے والے) اور مہدی (ہدایت یافتہ) ہیں۔ اس لیے ان کی جو بھی سنت ہوگی وہ اسلام میں رشد اور ہدایت ہی ہوگی۔

(5) تمام اہل السنۃ والجماعت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ خلفاءِ راشدین میں تھے۔ جن کا راشد اور مہدی ہونا حضرت محمد ﷺ کے ارشاد اور جمہور اہلِ اسلام کے مشاہدہ اور شہادت سے ثابت ہو چکا ہے۔

(6) ان حضرات خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کے قول و فعل کے خلاف اور بعد کو جو چیز بھی ظاہر اور پیدا ہوگی اس کو دین اور مذہب سمجھنا نری بدعت ہوگی۔ ہر بدعت ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق گمراہی ہی ہوگی۔

حضرت مُلّا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اس لیے کہ حضرات خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم نے درحقیقت آپ ﷺ کی سنت پر عمل کیا ہے۔ اور ان کی طرف سنت کی نسبت یا تو اس لیے ہوئی کہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور یا اس لیے کہ انہوں نے خود قیاس اور استنباط کر کے اس کو اختیار کیا''

(مرقات علی المشکوٰۃ شرح حدیث ۱۶۵)

اس لیے معلوم ہوا کہ حضرات خلفاءِ راشدین نے جو کام اپنے تفقہ و قیاس اور اجتہاد و استنباط سے سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ وہ بھی سنت ہے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے تحت امّت کو اسکے تسلیم کرنے سے ہرگز چارہ نہیں اور وہ اس سنت کو تسلیم کرنے کی پابند ہے۔ حکمت یہ ہے کہ اس سے حاکم کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے آثار

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آثار:

(1) اخبرنا محمد بن عجلان :ان عمر ابن الخطاب قال: لیت فی فم الذی یقرأُ خلف الامام حجراً .(موطاامام محمدح۱۲۷)

''محمد بن عجلان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈال دیئے جائیں۔''

(2) عن نافعٍ و انس بن سیرین قال: قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه: ''تکفیک قراء ته'' (ابن ابی شیبة ج ا ص ۳۷۶)

حضرت نافع رحمہ اللہ اور انس بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''مقتدی کو امام کی قراءت ہی کافی ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر:

(3) عن داوٗد بن قیس عن محمد بن عجلان قال: قال علی: ''من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرة''. (مصنف عبدالرزاق ج ۲ص ۱۳۸؛طحاوی ح ۱۲۷۲)

محمد بن عجلان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''جس نے امام کے ساتھ قراءت کی، وہ فطرت (اسلام کے طریقہ) پر نہیں ہے''

حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے آثار:

(4) اخبرنی موسیٰ بن عقبة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابا بکرؓ و عمرؓ وعثمانؓ

كانوا ينهون عن القراءة خلف الامام. (مصنف عبدالرزاق ج ۲ص ۱۳۹)

''امام عبدالرزاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کرتے تھے۔

تنبیہ: گو موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ اور محمد بن عجلان رحمہ اللہ کی روایتیں مرسل ہیں، لیکن جمہور آئمہ کے نزدیک حدیث مرسل بھی حجت ہے۔ یہ مرسل روایتیں معتضد ہیں جو حجت ہیں مرسل معتضد کے حجت ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں۔ اور یہ ایک دوسرے کے اعتضاد کے لیے کافی ہیں۔ (احسن الکلام ج ۱ص ۳۸۶)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی معیارِ حق ہیں:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (التوبة: ۱۰۰)

''اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ اُن کی پیروی کی۔ اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے۔ اور وہ اس سے راضی ہیں۔ اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔''

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ

الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَّأَجْراً عَظِيْماً﴾ (الفتح: ۲۹)

''حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں، (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دِل ہیں۔ تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، (غرض) اللہ کے فضل اور خشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہو گئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کاشتکار اس سے خوش ہوتے ہیں، تا کہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں۔ اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کرلیا ہے۔''

اصحاب بدر رضی اللہ عنہ کے آثار:

اصحاب بدر میں حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں حضرات خلفاء راشدین کے آثار گزر چکے باقی حضرات کے آثار ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اثر:

عن سعدٍ قال: "وددتُ أنَّ الذی یَقْرَأُ خَلْفَ الامَامِ فِیْ فِیْهِ جَمْرَةٌ".

(موطا امام محمد ح ۱۲۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میری تمنا اور خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہو، اس کے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال دوں۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور منقبت:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا یہ عالم ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہارے لیے اس چیز پر راضی اور خوش ہوں، جس چیز کو تمہارے لیے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کریں''۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے آثار:

(1) عن ابی وائل قال: جاء رجل الی ابن مسعود فقال: یا ابا عبد الرحمٰن! أقرأ خلف الامام؟ قال: أنصت للقرآن، فان فی الصلوۃ شغلاً، وسیکفیک ذلک الامام.

(مجمع الزوائد ح ۲۶۴۷، وقال الھیثمی رواہ الطبرانی فی الکبیر (ح ۱۰۴۳۵) والاوسط ح ۸۰۴۹، ورجالہ موثقون؛ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶، تمام راوی ثقہ ہیں احسن الکلام ج ۱ ص ۳۷۶؛ موطا امام محمد ح ۱۲۰؛ طحاوی ح ۱۲۷۳؛ عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۸؛ کتاب القراءۃ ح ۲۵۷، ۳۷۴؛ سنن الکبری ج ۲ ص ۱۶۰)

''ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا میں امام کے پیچھے قراءت کرسکتا ہوں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' قراءت کے وقت خاموش رہو، کیونکہ نماز میں امام قراءت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قراءت ہی کافی ہو جائے گی''۔

(2) عن ابن مسعود قال: لیت الذی یقرأ خلف الامام مُلِیٔ فوہ تراباً.

(طحاوی ح ۱۲۷۶)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ شخص جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے کاش کہ اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے''۔

(3) عن علقمۃ بن قیسٍ أنَّ عبدَاللہ بنَ مسعودٍ کان لا یَقرأُ خلف الامام فیما

جهر فيه، و فيما يخافت فيه، فِي الْأُوْلَيَيْنِ، ولا فِي الْأُخْرَيَيْنِ

الحديث. (موطاامام محمد ح ۱۲۱)

ترجمہ: ''حضرت علقمۃ بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے نہ جہری نمازوں میں، نہ سری نمازوں میں، نہ تو پہلی دو رکعتوں میں اور نہ ہی آخری دو رکعتوں میں۔''

☆ اس روایت سے بھی صراحۃً معلوم ہوگیا کہ امام کے پیچھے چاروں رکعات میں مقتدی قرأت نہیں کرے گا۔

☆ قرأت کا لفظ سورت فاتحہ اور زائد سورت دونوں کو شامل ہے لہٰذا مقتدی نہ تو سورت فاتحہ پڑھے گا نہ ہی کوئی اور سورت۔

(4) قال الشعبیؒ: ادر کتُ سبعین بَدْرِیاً کلهم یمنعون المقتدی عن القراء ة خلف الامام (روح المعانی ۹/۱۵۲) حضرت شعبی رحمہ اللہ (جو بہت بڑے تابعی ہیں) فرماتے ہیں: میں نے ستر (۷۰) بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا۔ وہ سب کے سب امام کے پیچھے قراءت سے منع کرتے تھے۔

بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار

① حضرت عبداللہ بن عمر کے آثار:

(1) عن نافع، اَنَّ ابنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما کان اذا سُئِلَ ھَلْ یَقْرَأُ احدٌ خَلفَ الامامِ؟ قال: اذاصلّٰی احدُکم خَلْفَ الامام فحسبہ قِرَأۃُ الامامِ، واذا صَلّٰی وَحْدَہٗ فَلْیَقْرَأْ. قال: وکان عبدُ اللہ بنُ عُمَرَ لایَقْرَأُ خلف الامام.

(صحیح. مؤطا امام مالک : تبرک القرأۃ خلف الامام ح ۲۳۴؛ موطاامام محمد ح ۱۱۲؛ طحاوی ح ۱۲۸۳؛ عبد الرزاق ح ۲۸۱۱، ۲۸۱۲، ۲۸۱۴، ۲۸۱۵؛ بیھقی ح ۲۹۰۱، ۲۹۰۳، ۲۹۰۴؛ دار قطنی ج ۱ ص ۱۵۴؛ سندہ صحیح نصب الرایۃ ج۲ ص ۱۲)

ترجمہ: ”حضرت نافع فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جاتا کہ کیامقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ جب کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے توامام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔ البتہ جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو پھر قرأت کرے۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔“

(2) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ کان یقول: من صلی وراء الامام کفاہ قراء ۃ الامام.

(قال البیھقی: ھذا ھو الصحیح عن ابن عمر من قولہ، سنن بیھقی : من قال لایقرء خلف الامام)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھے اس

کے لئے امام کی قراءت کافی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول صحیح ہے۔

(3) حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **کان ابن عُمَرؓ لا یَقرأُ خلف الامام جَهَرَ اَوْ لَمْ یَجْهَرْ** (کتاب القراءة ح ۴۴۵)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔ امام جہر سے پڑھتا یا آہستہ'' (وہ خاموش رہتے)۔

(4) **عن ابن عمر قال: من صلّٰی خلف الامام کَفَتهُ قراءته.**

(مؤطا امام محمد ح ۱۱۵)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے امام کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اس کے لیے امام کی قراءت ہی کافی ہے''۔

(5) **عن ابن عمر انه سئل عن القراءة خلف الامام، قال: تکفیک قراءة الامام.** (مؤطا امام محمد ح ۱۱۶)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قراءت کرنے کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں امام کی قراءت ہی کافی ہے''۔

(6) **عن انس بن سیرین قال: سألتُ ابنَ عُمر: أَقْرَأُ مع الامام؟ فقال: انک لضخم البطن. تکفیک قراءة الامام.**

(مصنف عبد الرزاق ج۲ ص ۱۴۰؛ کتاب القراءة ص ۱۵۷).

''حضرت علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: ''کیا میں امام کے ساتھ قراءت کرسکتا ہوں؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''تم تو بڑے موٹے پیٹ کے ہو۔ تمہیں امام کی قراءت ہی کافی ہے۔''

(7) **عن ابن عمر کان ینهیٰ عن القراءة خلف الامام.**

(مصنف عبد الرزاق ج۲ ص۱۴۰).

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے''۔

☆ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ان روایات میں باجماعت نماز کی صراحت موجود ہے۔

☆ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بالکل وضاحت سے بتادیا کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے۔

☆ ان میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ قراءت صرف منفرد کرے گا۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کا مسلک اور معمول بھی یہی تھا کہ امام کے پیچھے مقتدی کو سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ نہیں پڑھنی چاہئے۔

۲ حضرت زید بن ثابت کے آثار:

(1) عن عطاء بن يسار، أنَّهُ أخبرَه، أنَّهُ سأَلَ زيدَ بنَ ثابتٍ عن القراءَةِ مع الامام؟ فقال: لا قراءة مع الامام في شئ.

(صحيح مسلم باب سجود التلاوة ح ۱۲۹۸؛ نسائی باب ترک السجود فی النجم ح ۹۶۱؛ ابو عوانة ج۲ ص۲۰۷)

ترجمہ: حضرت عطا بن یسار نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا امام کے ساتھ مقتدی کو بھی قرأت کرنی چاہئے یا نہیں تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کسی نماز میں بھی مقتدی کو امام کے ساتھ قرأت نہیں کرنی چاہئے۔

(2) عن عطاء بن يسار عن زيد بن ثابت، سمعته يقول: لا تقرأ خلف الامام في شئ من الصلوات. (طحاوی ح ۱۲۸۰)

"حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قراءت نہ کرو"۔

(3) عن موسى بن سعد بن زيد بن ثابت، يحدّثه عن جده انه قال: من قرأ خلف الامام فلا صلوٰة له.

(موطاامام محمد ح ۱۲۸؛ مصنف ابن ابی شیبة ج ۱ ص ۳۷۶)

"حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے امام کے پیچھے قراءت کی تو اس کی نماز نہیں ہوتی"۔

(4) عن ابن ثوبان عن زید بن ثابت قال: لا یُقرأُ خلفَ الإمامِ انْ جهرَ وَانْ خافَتَ. (مصنف ابن ابی شیبة ج ا ص ۳۷۶)

''حضرت ابن ثوبان رحمہ اللہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:''امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے امام بلند آواز سے پڑھتا ہو یا پست آواز سے''۔

☆ صحیح مسلم اور نسائی وغیرہ کی روایات امام اور مقتدی کے مسئلہ میں بالکل واضح ہیں۔

☆ اس حدیث میں مقتدی کو امام کے ساتھ پڑھنے سے صراحت کے ساتھ روک دیا ہے۔

☆ فِیْ شَیْءٍ کے الفاظ بتارہے ہیں کہ امام کی موجودگی میں مقتدی کو کسی قسم کی قراءت نہیں کرنی چاہئے۔نہ سورۃ فاتحہ اور نہ ہی کوئی اور سورت۔

☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ فرمان اس امر کی واضح اور بین دلیل ہیں کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کسی قسم کی قراءت کا کوئی حق نہیں۔

(۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے آثار:

(1) عَنْ أَبِیْ نُعَیْمٍ وهب بن کیسان: أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ یَقُوْلُ: مَنْ صَلّٰی رَکْعَةً لَمْ یَقْرَأْ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ وَرَآءَ الْاِمَامِ.

(صحیح. ترمذی ۳۱۳، قال الترمذی هذا حدیث حسنٌ صحیحٌ؛ موطاامام مالک ح ۲۲۸؛ موطاامام محمد ح ۱۱۳؛ طحاوی ح ۱۲۶۵؛ بیهقی ح ۲۸۹۹)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کسی نے نماز کی ایک رکعت بھی ایسی پڑھی جس میں اس نے سورت فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی، مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے نہ ہو''۔

☆ اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے قراءت فاتحہ کا مسئلہ بالکل واضح فرمادیا کہ منفرد ہر رکعت میں سورت فاتحہ پڑھے گا۔

☆ اور جو شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھے وہ سورت فاتحہ نہیں پڑھے گا۔

☆ اس حدیث میں سورت فاتحہ کی تعیین بھی ہے اور نماز باجماعت کی تصریح بھی ہے لیکن پھر بھی بعض لوگ کہتے کہ نماز باجماعت میں مقتدی سورت فاتحہ ضرور پڑھے۔

(2) عن عبيد الله بن مِقْسَمٍ، أنه سأل عبد الله بن عمر، و زيد بن ثابت، وجابر بن عبدالله، فقالوا: لا تقرءوا خلف الامام في شيءٍ من الصلوات. (طحاوی ح ۱۲۷۸؛ زیلعی ج۲ ص ۱۲، واسناده صحيح)

''حضرت عبید اللہ بن مقسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے قراءت خلف الامام کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ ان سب نے فرمایا: امام کے پیچھے تمام نمازوں میں کوئی قراءت نہ کرو''۔

﴿۴﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے آثار:

(1) عن ابی حمزة، قال: قلتُ لابن عباسٍ: أقرأ والامام بين يديَّ؟ فقال: لا. (طحاوی ح ۱۲۸۲)

''ابوحمزہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا میں اس صورت میں قراءت کرسکتا ہوں کہ امام میرے آگے ہو؟ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں''۔

☆ اس صحیح روایت میں سرّی اور جہری کی کوئی قید موجود نہیں ہے۔ اس لیے یہ تمام نمازوں کو شامل ہے۔ یہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مسلک تھا۔

(2) عن عكرمة، عن عبد الله بن عباس انه قيل له ان ناساً يقرءون في الظهر والعصر. فقال: لو كان لي عليهم سبيل، لقلعتُ السنتَهم، ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قرأ، فكانت قراءته لنا قراءة، وسكوته لنا سكوت.

(طحاوی ح ۱۱۸۱)

''حضرت عبداللہ بن عباس سے سوال کیا گیا: کچھ لوگ ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت

کرتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میرا ان پر بس چلتا تو میں ان کی زبانیں کھینچ لیتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قراءت کی، سو آپ کی قراءت ہماری قراءت تھی اور آپ ﷺ کا سکوت ہمارا سکوت"۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں اگرچہ خلف الامام کی قید مذکور نہیں ہے۔ لیکن بادنیٰ تامل (تھوڑا سا غور کرنے سے) یہ بات بخوبی معلوم ہوسکتی ہے کہ امام اور منفرد کو بالاتفاق قراءت کرنا ضروری ہے۔ اگر امام کے پیچھے مقتدی کو قراءت کرنا ضروری ہوتا بلکہ جائز ہی ہوتا تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے ترجمان القرآن اور حبر الامۃ ان لوگوں کی زبانیں کھینچنے پر کیوں آمادہ ہوگئے تھے؟ اگر ان کے بس اور قدرت میں ہوتا۔ تو ضرور اپنا ارادہ پورا کر گزرتے۔ ناچار یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کچھ لوگوں کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں تو آپ نے ان کی اس مذموم حرکت سے انتہائی نفرت کی۔ اور یہ بھی مت بھولئے کہ پڑھنے والے ظہر اور عصر کی نماز میں پڑھتے تھے جو بالاجماع سرّی نمازیں ہیں۔ یہ ممکن تھا کہ قراءت ما زاد علی الفاتحہ کی قراءت پر حمل کر لیا جاتا۔ مگر اس کا کیا کیا جائے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے مطلقاً قراءت کے قائل نہ تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں امام کے پیچھے خاص لفظ فاتحۃ الکتاب کے پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ اور یہ بھی درست نہیں ہوسکتا کہ قراءت کو جہر پر حمل کر لیا جائے۔ اس لیے کہ قراءت کا تقابل سکوت سے کیا گیا ہے۔ اور سکوت کے معنی ہے: زبان کو کلام کے لیے حرکت نہ دی جائے (بخاری ج ا ص ۳؛ مسلم ا/۱۸۴، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۹)۔ بہرکیف خود اس روایت کے اندر ایسے قرائن موجود ہیں، جو اس امر کو متعین کر دیتے ہیں کہ یہ بحالت اقتداء امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔ جس پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ طیش میں آ کر یہ ارشاد فرماتے ہیں: "اگر میرا ان پر بس چلتا تو میں ان کی زبانیں کھینچ لیتا"۔

۵ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا اثر:

عن ابی الدرداء قال: قام رجلٌ فقال: یا رسول اللہ! أَفِی کلِّ صلاۃٍ

قرآن؟ قال: "نعم" فقال رجل من القوم: وجب هذا؟ فقال ابو الدرداء: "يا كثير! وانا الىٰ جنبه لا اَرَى الاِمَامَ اذا امَّ القوم الا قد كفاهم"

(احمد ج٦ ص ۴۴۸؛ نسائی ح ۹۲۴؛ کتاب القراءۃ ح ۳۷۷، ۳۷۸، طحاوی ح ۱۲۵۴)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص اٹھے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! کیا ہر نماز میں قراءت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں"۔ قوم میں سے ایک شخص کہنے لگا: پھر تو قراءت ضروری ہو گئی۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے کثیر! میں اس کے پہلو میں ہی تھا۔ میں نے کہا کہ میرا خیال تو یہی ہے کہ جب امام لوگوں کی امامت کرتا ہے تو اس کی قراءت ہی لوگوں کو کافی ہے۔

یہ حدیث یہاں موقوف نقل کی ہے جو غیر مدرک بالقیاس ہونے کی وجہ سے حکماً مرفوع ہے۔ باب نمبر ۲ میں اس کو مرفوع بیان کیا گیا ہے۔ یہ حدیث دونوں طرح ثابت ہے مرفوع حقیقی بھی اور مرفوع حکمی بھی۔ سنداً یہ حدیث مرفوع حسن ہے اور موقوف صحیح۔

باب پنجم:
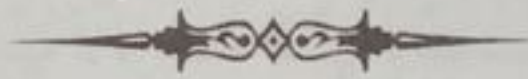
قراءۃ خلف الامام خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں خیر القرون کا تعامل بھی حجت ہے

خیر القرون کی فضیلت:

(1) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں۔ پھر ان کے بعد والے اور پھر ان کے بعد والے۔ پھر ایسی قومیں آئیں گی، جن کی شہادت قسم سے، اور قسم شہادت اور گواہی سے سبقت کرے گی۔“

(بخاری ح ۲۶۵۲، ۳۶۵۱، ۶۴۲۹، ۶۶۵۸؛ مسلم ح ۶۴۶۹)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں وصیت کرتا ہوں (کہ ان کے نقشِ قدم پر چلنا)۔ پھر ان کے بارے میں جو ان سے قریب ہوں۔ پھر ان کے بارے میں جو ان سے قریب ہوں۔ پھر جھوٹ عام ہو جائے گا، یہاں تک کہ آدمی بغیر قسم مانگے بھی قسم اٹھائیں گے۔ اور بغیر گواہی طلب کیے بھی گواہی دیں گے۔ سو جو شخص جنت کے وسط میں داخل ہونا چاہتا ہے تو وہ اس جماعت (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کا ساتھ نہ چھوڑے۔“ الحدیث

(صحیح. مستدرکِ حاکم ح ۳۹۵؛ ترمذی ح ۲۱۶۵؛ احمد ج ۱ ص ۱۸؛ ابنِ ماجہ ح ۲۳۶۳؛ سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۹۱؛ ابنِ حبان ح ۴۵۷۶؛

مشکوۃ ح ۲۰۱۲، قال الالبانی: قال القاری: رواہ النسائی، واسنادہ صحیح، ورجالہ رجال الصحیح؛ قلت ھو صحیح لا شک فیہ. التعلیق الالبانی ج۳ص ۱۶۹۵)

(3) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا: ''سب لوگوں سے بہتر میرا قرن ہے۔ پھر ان کا جوان سے قریب ہیں۔ پھر ان کا جوان سے قریب ہیں۔ پھر ان کے بعد ایسی قوم آئے گی جو گواہی دیں گی حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ (دوسری روایت میں ہے کہ وہ لوگ بغیر قسم مانگے بھی قسم اٹھائیں گے) اور (خیر القرون کے بعد آنے والے) لوگ خیانت کریں گے، اور امانت میں ان پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ لوگ نذریں مانیں گے اور ان کو پورا نہیں کریں گے۔ اور ان میں موٹاپا خوب ظاہر ہوگا (یعنی فکرِ آخرت سے غافل اور حلال وحرام سے بے نیاز ہو کر خوب کھائیں گے)۔

(متفق علیه، مشکوٰۃ ح ۲۰۱۰)

(4) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک شخص نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون لوگ بہتر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ قرن بہتر ہے جس میں میں ہوں۔ پھر دوسرا قرن بہتر ہے پھر تیسرا۔'' (مسلم ح ۶۴۷۸)

(5) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ جس میں لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی۔ کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی صحابی ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں۔ سو ان کی وجہ سے ان کو فتح نصیب ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک گروہ جہاد کرے گا۔ کہا جائے گا: کیا تم میں کوئی تابعی ہے؟ وہ جواب دیں گے: ہاں۔ سو ان کی برکت سے کامیابی حاصل ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک طائفہ جہاد کرے گا۔ کہا جائے گا: کیا تم میں کوئی تبع تابعی ہے؟ وہ بولیں گے: ہاں۔ سو ان کی بدولت فتح وکامرانی ہوگی۔'' (بخاری ج ۱ ص ۵۱۵، مسلم ج ۲ ص ۳۰۸)

خیر القرون کا زمانہ:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قرن سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرن، دوسرے قرن سے تابعین کا قرن اور تیسرے قرن سے تبع تابعین کا قرن مراد ہے۔'' (شرح مسلم للنووی ج ۲ص ۳۰۹ طبع قدیمی کراچی)۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعینؒ اور اتباعِ تابعینؒ کی اکثریت کا کسی کام کو بلانکیر کرنا یا چھوڑنا بھی ایک حجتِ شرعی ہے۔ اور ہمیں ان کی پیروی کرنا بھی ضروری ہے۔ طبقات رجال کی کتابوں میں اس کی تصریح ملتی ہے کہ تبع تابعین کا دور ۲۲۰ھ تک رہا ہے۔ (عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم ۱۱۰ھ تک، عہد تابعین ۱۷۰ھ تک اور عہد تبع تابعین ۲۲۰ھ تک)۔ یہی وہ حضرات ہیں جن کے نقشِ قدم پر چل کر ہمیں کامیابی نصیب ہو سکتی ہے اور وہی امت مسلمہ کا بہترین گروہ ہے۔

خیر القرون میں دین کی تدوین:

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو قرآن مجید کی صورت میں نازل کیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ دین کو لانے والے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کے پھیلانے والے، آئمہ اربعہؒ دین کی اشاعت کرنے والے ہیں۔ چونکہ ائمہ اربعہؒ کے پیروکار ہر دور میں اکثریت کے ساتھ رہے ہیں۔ آج بھی اکثریت حضرات ائمہ اربعہؒ کی پیروکار ہے۔ یہ سب ائمہ اربعہؒ خیر القرون کے دور میں ہی ہوئے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی پاک سنت کے اجماعی اور اختلافی سب پہلوؤں کو ائمہ اربعہ نے محفوظ فرمایا ہے۔ اور پوری امت کے لیے سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کا طریقہ آسان فرمادیا ہے۔ پوری امت ان ائمہ اربعہ کی احسان مند ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ کے محفوظ رہنے کا جو وعدۂ الٰہی تھا۔ وہ ائمہ اربعہ کے ہاتھوں پورا ہوا۔ ان ائمہ اربعہؒ میں اولیت کا شرف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو حاصل ہوا۔ بعد میں آنے والے تینوں امام (امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ) ان کی فقہ کی خوشہ چینی فرماتے رہے۔ ان آئمہ اربعہ میں سے تابعیت کا شرف بھی صرف امام اعظم رحمہ اللہ کو نصیب تھا۔

آثارِ تابعین کرام

① حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ :

(1) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ نے امام کے پیچھے کبھی کسی نماز میں قراءت نہیں کی، نہ جہری نمازوں میں، نہ سری نمازوں میں، (نہ پہلی رکعتوں میں)، نہ پچھلی رکعتوں میں، نہ سورت فاتحہ اور نہ کوئی اور سورت''۔

(کتاب الآثار بروایت امام محمد ح ۸۴)

(2) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں منہ میں انگارہ لے لوں، یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ امام کے پیچھے قَرَاءت کروں''۔ (مؤطا امام محمد رقم الحدیث: ۱۲۳)

(3) حضرت ابو اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میرا جی چاہتا ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کا منہ بھر دیا جائے''۔ ابو اسحٰق رحمہ اللہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اس کا منہ مٹی سے یا آگ کے انگارے سے بھر دیا جائے۔ (عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹)

② حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ :

حضرت مالک بن عمارہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بے شمار اصحاب اور تلامذہ سے جن میں حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ بھی ہیں، امام کی پیچھے قراءت کرنے کے متعلق سوال کیا تو ان سب نے جواب دیا کہ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرنی چاہیے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

③ حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ :

(1) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں

اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ میں آگ ڈال لوں بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں، جبکہ مجھے علم ہے کہ وہ پڑھتا ہے"۔

(ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۷۶)

(2) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ نے فرمایا: "میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے"۔ (عبدالرزاق ج ۲ص ۱۳۸)

④ حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ:

حضرت ولید بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قراءت کر سکتا ہوں؟ فرمایا: "نہیں"۔

(ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

⑤ اثر حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ:

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے فرمایا: "امام کے پیچھے بالکل خاموشی اختیار کرو"۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۷۷)

⑥ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ:

حضرت ابو بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے سوال کیا: "کیا امام کے پیچھے قراءت کی جا سکتی ہے؟" فرمایا: "امام کے پیچھے کسی قسم کی قراءت نہیں کی جا سکتی"۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۷۷)

⑦ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ:

حضرت مغیرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ امام کے پیچھے قراءت کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے: "تجھے امام کی قراءت ہی کافی ہے"۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۷۷)

⑧ حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ:

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں امام کے پیچھے قراءت کرنے کو سنت نہیں جانتا"۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرات آئمہ اربعہ رحمہ اللہ

① حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک:

قال محمدؒ: لا قراءة خلف الامام فيما جهر فيه ولا فيما لم يجهر، بذلك جاءت عامة الآثار، وهو قول أبي حنيفةؒ (موطاامام محمد تحت ح ۱۱۴، ج ۱ ص ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰)

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام کے پیچھے جہری اور سرّی نمازوں میں قراءت جائز نہیں۔ اسی کی تائید میں عام احادیث و آثار وارد ہوئے ہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک اور قول ہے۔

قال محمد: لا نَرى القراءة خلف الامامِ في شئ من الصلوٰةِ يُجْهَرُ فيهِ، او لا يُجهرُ فيهِ. (كتاب الآثار بروايت امام محمد ح ۸۴)

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام کے پیچھے جہری اور سرّی نمازوں میں قراءت جائز نہیں۔

② حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک:

حضرت امام مالک رحمہ اللہ بھی امام کے پیچھے جہری نمازوں میں مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کے حق میں نہ تھے اور سری نمازوں میں گو امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کی مقتدی کو اجازت دیتے تھے، لیکن وجوب کے قائل نہ تھے۔

(امام مالک کے مشہور شاگرد) امام یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام

مالک رحمہ اللہ سے سنا: "ہمارا مسلک یہ ہے کہ آدمی (مقتدی) امام کے پیچھے سری نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے۔" (موطأ امام مالک تحت ح ۲۵۳)

③ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک:

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ جہری نمازوں میں خلف الامام قراءت کے قائل نہ تھے۔ سری میں قائل تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اپنی تصنیف "کتاب الامّ" میں لکھتے ہیں:

"اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قراءت کرتا ہو جو سنی نہ جاتی ہو (امام آہستہ پڑھتا ہو) تو مقتدی ایسی نماز میں قراءت کرے"۔

(کتاب الام ج ۷ ص ۱۵۳)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ جہری نماز میں مقتدی قراءت نہ کرے۔

④ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کے جواز کے قائل نہ تھے، بلکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو شاذ اور خلافِ اجماع قرار دیتے تھے۔ شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سورت فاتحہ امام کے پیچھے وجوب کے طور پڑھنا شاذ ہے حتیٰ کہ امام احمد نے اس کے خلاف اجماع اور اتفاق نقل کیا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ا ص ۱۴۹)

امام موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حاصلِ کلام یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورت فاتحہ کا پڑھنا نہ جہری نمازوں میں واجب ہے اور نہ ہی سری میں۔ علما کی ایک جماعت نے امام احمدؒ کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔" (مغنی ابن قدامہ ج ا ص ۶۰۸)

غور فرمایئے! آئمہ اربعہ رحمہ اللہ میں سے کوئی بھی امام کے پیچھے مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کی قراءت کی فرضیت یا وجوب کا قائل نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو شاذ اور خلافِ اجماع قرار دیتے ہیں اور سری نمازوں میں وجوب

کے قائل نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ بھی تمام نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کو واجب نہیں سمجھتے۔ سری نمازوں میں گو پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن وجوب کے قائل نہیں اور جہری میں پڑھنے سے منع فرماتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی مقتدی کے لیے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں۔ سری میں بھی صرف پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں، واجب نہیں کہتے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہم نے اہلِ اسلام میں کسی سے نہیں سنا، جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے قراءت کرتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قراءت نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل اور فاسد ہو جاتی ہے۔ اور امام احمد نے فرمایا: یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہ اللہ ہیں۔ یہ امام مالک رحمہ اللہ اہلِ حجاز میں، امام ثوری رحمہ اللہ اہلِ عراق میں، امام اوزاعی رحمہ اللہ اہل شام میں، اور امام لیث بن سعد رحمہ اللہ اہل مصر میں، ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام قراءت کرے اور مقتدی خود قراءت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

(مغنی ابن قدامہ ج٦ص٦٠٦)''

حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اجماع نقل کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جہری نمازوں میں وجوبِ قراءت خلف الامام خلافِ اجماع ہے یا اہلِ اسلام میں سے ایک شخص بھی قائل نہیں ہے''۔ (فیض الباری ج٢ص٣٤١)

خیر القرون کے علم کا مستند ہونا:

یہ بات بھی اچھی طرح ملحوظ خاطر رہے کہ قرآنِ مجید اور حدیث شریف کے معانی و مطالب جس طرح حضرات سلفِ صالحین رحمہ اللہ نے سمجھے اور بیان کیے ہیں، وہی صحیح اور درست ہیں کیونکہ اُن میں علم اور علم کا عمق، خدا خوفی اور ورع جس طرح موجود تھا۔ وہ بعد کے آنے والوں کو نصیب نہیں ہو سکا۔ زمانۂ رسالت کے قُرب کی برکت اور خیر القرون کی سعادت

سے جس انداز سے وہ بہرہ ور ہوئے، وہ انہی حضرات کا حصہ ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ایک موقع پر منکرینِ تقدیر کو نصیحت کرتے ہوئے ایسی بہترین باتیں ارشاد فرمائی ہیں جو حرزِ جان بنانے کے لائق ہیں۔ انہوں نے طویل مضمون میں ان لوگوں کے شبہات کا ازالہ فرمایا اور پوری ہمدردی اور دلسوزی سے ان کی خیر خواہی کی۔ ان لوگوں کا شبہ یہ تھا کہ اگر تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ قرآن (وحدیث) سے ثابت ہے تو قرآنِ مجید میں ایسی آیات کیوں موجود ہیں جن سے تقدیر کی نفی ہوتی ہے۔ ان کے اس شبہ کو رد کرتے ہوئے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اور اگر تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں آیت کیوں نازل فرمائی ہے (جس سے تقدیر کا انکار ثابت ہوتا ہے۔) اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیوں فرمایا ہے؟ (تو اس کا جواب یہ ہے) کہ بلاشبہ قرآنِ مجید کی یہ آیتیں اور مضمون حضراتِ سلفِ صالحین نے بھی پڑھا ہے، جیسا کہ تم پڑھتے ہو، مگر وہ اس کا مطلب سمجھ گئے اور تم نہ سمجھ سکے اور باوجود اس کے انہوں نے (پہلے ہی سے اعمال کے) لکھنے کا اور تقدیر کا اقرار کیا۔ سو جو چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں سے مقدر ہوتی ہے اور جس کو وہ چاہتا ہے وہ ہو کر رہتی ہے اور جس کو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی۔ ہم اپنے لیے نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں۔ پھر وہ راغب الی اللہ (اللہ کی طرف رجوع کرنے والے) بھی ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی رہے''۔

(ابوداؤد ح ۴۶۱۲؛ صحیح سنن ابی داؤد ح ۳۸۵۶_۴۶۱۲)

مراد واضح ہے کہ قرآنِ مجید کی ان آیات سے اگر تمہیں تقدیر کا انکار معلوم ہوتا ہے تو یہی قرآنِ مجید اور اس کی آیات حضراتِ سلفِ صالحین کے سامنے بھی تھیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان کو ان آیات سے نفی معلوم نہ ہوئی اور تمہیں معلوم ہو گئی ہے۔ کیسے باور کیا جائے کہ تم ان آیات کی تہہ تک رسائی حاصل کر گئے اور ان پر یہ راز منکشف نہ ہو سکا۔ اگرچہ تم قرآنِ مجید کی آیات پڑھتے ہو لیکن ان کا مطلب نہیں سمجھتے اور ٹھوکر کھا جاتے ہو۔ حضراتِ سلفِ صالحین ان کی تہ تک پہنچ گئے تو انہی کے دامن سے وابستہ رہنا ضروری اور کامیابی کی چابی ہے۔ ان سے اعراض ہلاکت خیز ہے۔ اس لیے قرآنِ مجید کی ہر آیت اور ہر حدیث کا مطلب سمجھنے کے لیے حضراتِ سلفِ صالحین کا دامن تھامنا ضروری ہے اور یہی نجات کا راستہ۔

خیر القرون سے حدیث کے معنیٰ کا تعین کرنا:

بلکہ محدثین نے تو عملِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث کے معنیٰ متعین کرنے کا ایک معیار قرار دیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو احادیث مختلف معنیٰ رکھتی ہوں، تو دیکھا یہ جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے کس پر عمل کیا۔ چنانچہ امام ابوداؤد صاحب السنن فرماتے ہیں:

اِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم نُظِرَ اِلیٰ مَا عَمِلَ بِهِ اَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ . (ابوداؤد تحت ح ٧٢٠) جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف خبریں ہوں تو دیکھا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس پر عمل کیا ہے۔ (یعنی جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہوگا، وہ سنتِ باقیہ ہوگی اور دوسری یا تو منسوخ ہوگی یا پھر مخصوص حالات کے تحت ہوگی)۔

اسی طرح امام طحاوی نے فرمایا ہے: **فلما تضادت الآثار فی ذلک وجب ان ننظر علیٰ ما علیه عمل المسلمین الذین جرت علیه عادتها فیعمل علیٰ ذلک ویکون ناسخاً لما خالفه** (شرح معانی الآثار ج ا ص ٢۴١ طبع قدیم)۔

جب آثار وروایات باہم متعارض نظر آئیں تو ہم پر لازم ہے کہ مسلمانوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے عمل کو دیکھیں، جن سے ان کی سنت قائم ہوئی ہے۔ عمل کی بنیاد اس پر رکھی جائے گی۔ اور جو روایات اس کے خلاف ہیں، وہ منسوخ سمجھی جائیں گی۔

باب ششم:

اہم شبہات کا ازالہ

قارئین کرام! آپ دیکھ چکے ہیں کہ مسئلہ قراءت خلف الامام کے بارے میں ہمارے پاس قرآن پاک کی نصوص بھی ہیں اور احادیث صحیحہ بھی۔ جن میں بعض احادیث قولی ہیں بعض فعلی اور بعض تقریری کی قسم سے ہیں۔ ان کے برعکس مقتدی کے لیے قراءت خلف الامام کے واجب ہونے پر دلائل صحیحہ کا فقدان ہے، جہری نماز کے بارے میں بھی اور سری نماز کے بارے میں بھی۔ البتہ ان کے پاس دعوے اور مبالغہ آمیز باتیں ضرور ہیں، جن کو وہ بڑے طمطراق سے پیش کرتے ہیں۔

ذخیرۂ احادیث میں کوئی حدیث ایسی نہیں ملی، جس میں مقتدی پر قراءت فاتحہ واجب ٹھہرائی گئی ہو۔ اور یوں بھی یہ بات عقلاً بعید ہے کہ ایک طرف قرآنِ کریم اور احادیث شریفہ میں مقتدی کو خاموش رہنے اور امام کی قراءت سننے کا حکم دیا گیا ہو، اور دوسری طرف عین امام کی قراءت کے وقت اسے سورت فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا جائے۔ ایک طرف امام کی قراءت کو بعینہ مقتدی کی قراءت فرمایا گیا ہو، اور پھر مقتدی کے ذمے بھی قراءت کو واجب ٹھہرایا گیا ہو۔ البتہ اس مضمون کی احادیث ضرور مروی ہیں کہ بعض حضرات نے از خود رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قراءت شروع کر دی جس پر رسول اللہ ﷺ نے نکیر فرمائی۔

سکتات امام میں قراءت جائز نہیں:

پہلا شبہ: جو حضرات قراءت خلف الامام کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم عین اس وقت قراءت نہیں کرتے جب امام قراءت کر رہا ہو بلکہ اس وقت قراءت کرتے ہیں۔ جب امام سکتہ کرے یعنی جس وقت وہ تھوڑی دیر دوران قراءت خاموش ہو اس لئے ہمارا عمل نہ قرآن کی اس آیت

کے خلاف ہے: ''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (الاعراف: ۲۰۴) ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو، اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' اور نہ اس ارشاد نبوی کے خلاف: ''وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا''.

جواب: ایسا کرنا بالکل بلا دلیل ہے مقتدی کے قراءت کرنے کیلئے نہ اللہ نے سکتہ کا حکم دیا نہ رسول اللہ ﷺ نے اور نہ ہی عقل سلیم اس کی تائید کرتی ہے یا یوں کہو کہ ان لوگوں کے پاس اس عمل کیلئے نہ کوئی نقلی دلیل ہے نہ عقلی۔

سکتہ میں مقتدی کی قراءت عقل ونقل کے خلاف ہے:

کسی صحیح حدیث میں امام کو مقتدی کی قراءت کے لیے سکتے کا حکم نہیں دیا گیا (ملاحظہ فرمائیے احسن الکلام ج ا ص ۲۰۹ تا ۲۱۵) اگر سکتاتِ امام میں مقتدی پر سورۃ فاتحہ کی قراءت لازم ہوتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ امام کو اس کے لیے پابند نہ کیا جاتا۔

اور عقلی دلیل اس طرح نہیں کہ مقتدیوں کے قراءت کرنے کیلئے امام کو خاموش رہنے کا حکم دینے میں امام کو مقتدیوں کے تابع کرنا لازم آتا ہے اور یہ بھی درست نہیں۔

جہاں تک سکتاتِ امام کا ثبوت مل سکتا ہے وہ صرف دو سکتے ہیں۔ پہلا سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد کا سکتہ ہے (بخاری ح ۷۴۴؛ مسلم ح ۱۳۵۴؛ مشکوۃ ح ۸۱۲؛ ابوداود ح ۷۸۱؛ نسائی ۸۹۵، ۸۹۶) اس میں آپ ﷺ دعا پڑھتے تھے۔ صحیح سند کے ساتھ صرف یہی سکتہ ثابت ہے۔ اس میں مقتدی کیلئے نہ قراءت فاتحہ کا ثبوت ہے اور نہ ہی اس کی گنجائش۔ دوسرا سکتہ سورت فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہونے کے بعد امام اس لیے کرتا ہے تا کہ قراءت سے فارغ ہو کر سانس لے سکے۔ (ترمذی ح ۲۵۱) قتادہ سے مروی ہے:

عن سمرة بن جندبٍ: انه حفظ عن رسول الله ﷺ سكتتين: سكتةً اذا كبَّر، وسكتةً اذا فرغ من ''غير المغضوب عليهم ولا الضالين''، فَصَدَّقَه ابيُّ بن كعبٍ.

(مشكوٰة ح ۸۱۸؛ ابوداود ح ۷۷۹؛ ترمذی ح ۲۵۱؛ ابن ماجه ح ۸۴۴؛ دارمی ح ۱۲۴۳؛ احمد ج ۵ ص ۷؛ اسناده ضعيف التعليق الالبانی علی المشكوٰة ج ا ص ۲۵۹؛ ضعيف سنن ابوداود ح ۱۶۵. ۷۷۹).

ترجمہ: ''حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کو رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے یاد ہیں ایک سکتہ جب آپ ﷺ تکبیر کہتے دوسرا سکتہ جب آپ ﷺ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین سے فارغ ہوتے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت سمرہ کی تصدیق فرمائی''۔

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی سند ضعیف ہے۔ پھر راویوں سے اس حدیث کے متن میں بھی اضطراب واقع ہوا ہے۔ بعض راویوں نے دوسرے سکتہ کو''ولا الضالین'' کے بعد بیان کیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ بعض راویوں نے اس کو رکوع سے قبل قراءت کے اختتام پر سکتے کو بیان کیا ہے جیسا کہ سنن ابی داود (ح ۷۷۸) میں ہے۔ یہی ہمارے نزدیک راجح ہے۔ اور اس کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن قیم رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ میں نے اس کی تحقیق ''التعلیقات الجیاد علیٰ زاد المعاد'' اور ''ضعیف سنن ابی داود'' (ح ۱۶۳۔۷۷۷، ۱۶۴۔ ۷۷۸، ۱۶۵۔ ۷۷۹، ۱۶۶۔ ۷۸۰) میں کردی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امام کا سورت فاتحہ پڑھ لینے کے بعد سکتہ کر لینا کہ مقتدی سورت فاتحہ پڑھ لیں، مشروع نہیں ہے، جیسا کہ بعض متاخرین کا قول ہے (التعلیق الالبانی علی المشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۵۹)۔

امام ترمذی اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''راوی حدیث حضرت سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے پوچھا: ان دونوں سکتوں سے کیا مراد ہے؟'' فرمانے لگے: ایک سکتہ اس وقت ہوتا تھا جب آپ ﷺ نماز شروع فرماتے تھے۔ (دوسرا) جب قراءت سے فارغ ہوتے تھے۔ پھر ایک دفعہ فرمایا: جب آپ ﷺ ''وَلَا الضَّآلِّیْنَ'' سے فارغ ہوتے تھے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ آپ ﷺ قراءت سے فراغت کے بعد سکوت کریں تاکہ آپ ﷺ سانس لے سکیں۔ (ترمذی ح ۲۵۱)

سکتاتِ امام میں قراءت کی گنجائش نہیں:

اوپر ذکر کردہ روایات کو مانا جائے تو امام کیلئے تین سکتات ثابت ہوتے ہیں مگر ان

میں سے کسی میں مقتدی کیلئے قراءت کا نہ ثبوت ہے نہ گنجائش۔ ایک سکتہ قراءت سے پہلے، اور یہ حمد وثنا کے لیے ہوتا تھا۔ اس وقت اگر مقتدی فاتحہ پڑھے تو اس سے مقتدی کا فاتحہ میں تقدم لازم آتا ہے۔ جب نماز کے دیگر اعمال میں مقتدی کو امام سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں، تو اس کو یہ اجازت کیسے ہوسکتی ہے کہ امام کے قراءت شروع کرنے سے پہلے ہی قراءت کو نمٹا لے؟

ایک سکتہ سورت فاتحہ کے بعد اور ایک رکوع سے قبل ہوتا تھا، مگر یہ سکتات عام معمول کے مطابق ہوتے تھے۔ ان میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی تھی کہ مقتدی سورت فاتحہ پڑھ سکیں۔

بہر حال سکتات میں مقتدی کا فاتحہ پڑھنا بھی بعض حضرات کا اجتہادی قول تھا، لیکن جب مقتدی کے ذمے قراءت واجب ہی نہیں تو اس تکلف کی ضرورت ہی کیا ہوئی؟

کبار علماء کی تحقیق:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام احمد رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور جمہور اہلِ اسلام اس کے ہرگز قائل نہ تھے کہ سورت فاتحہ کے بعد امام اس لیے سکتہ کرے کہ مقتدی اس میں سورت فاتحہ پڑھ لیں نیز یہ حضرات نہ سکتہ کے وجوب کے قائل تھے اور نہ استحباب کے۔ (تنوع العبادات ص ۸۵)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: جہاں تک ہمیں معلوم ہے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام پر سکتہ واجب نہیں ہے تاکہ مقتدی سورت فاتحہ پڑھ لیں۔ امام مالک رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ جمہور اہلِ اسلام اس پر بھی متفق ہیں کہ امام کے لیے یہ بات مستحب بھی نہیں ہے کہ وہ سکتہ کرے تاکہ مقتدی قراءت کر سکیں۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۱۴۶)

امام ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مقتدی کا کام تو یہ ہے کہ وہ امام کی پیروی کرے، اور جائز نہیں کہ امام مقتدی کا تابع ہو۔ تو اس قائل کا قول کہ امام سکتہ کرے تاکہ مقتدی قراءت کر لے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے خلاف ہے جس میں

آپ ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے''۔ اور پھر باوجود اس کے یہ معاملہ جناب رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے خلاف ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو''۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے مقتدی کو امام کی قراءت کے لیے خاموشی کا حکم دیا ہے اور سکتات کا قائل امام کو مقتدی کے لیے انصات کا حکم دے رہا ہے اور امام کو مقتدی کا تابع بنا رہا ہے اور یہ قول بالکل الٹ ہے۔ (احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۵۱)

خلف الامام قراءت کا ممنوع ہونا اور اذکار کا جائز ہونا:

دوسرا شبہ: اگر امام ہی کا فاتحہ پڑھنا کافی ہے، تو پھر مقتدی کے ذمہ رکوع، سجدے، اذکار، تشہد، درود شریف، دعا، ثناء بھی نہ ہونا چاہئے، امام ہی سب کی طرف سے کرلے، حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ سب کے نزدیک قراءت کے سوا باقی سب کچھ مقتدی کو خود ہی کرنا پڑتا ہے۔

جواب 1: قراءت کا لفظی معنی ہے پڑھنا مگر نماز میں قراءت صرف قرآن پڑھنے کو کہتے ہیں مسلم شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھیٰ عن القراءة فی الرکوع والسجود (مسلم ج ۱ ص ۳۴۹ طبع بیروت) رسول اللہ ﷺ نے رکوع سجدے میں قراءت سے منع کیا''۔

نماز کے باقی اعمال کے اپنے اپنے الگ الگ نام ہیں مثلاً ثناء، تعوذ، تسمیہ، قیام، تکبیر، رکوع، سجود، تسبیح، قعدہ، تشہد، درود شریف (جسے عربی میں صلوۃ علی النبی ﷺ کہا جاتا ہے) دعا سلام۔ تو قراءت صرف قرآن کی تلاوت کو کہا گیا اور چونکہ قرآن وحدیث میں امام کی قراءت کے وقت مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اس لئے صرف اس وقت خاموش رہنا ضروری ہے جب امام ثنا اور رکوع کے درمیان قرآن کی تلاوت کرے۔ باقی کاموں میں امام کا عمل مقتدی کیلئے کافی نہیں۔

جواب 2: ہم اللہ کیلئے نماز پڑھتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق پڑھتے ہیں قرآن وحدیث میں امام کے پیچھے صرف قرآن کی تلاوت کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے اور قرآن کی تلاوت کا وقت تو رکوع سے پہلے ہے۔

دوسری طرف احادیث میں مقتدی کو امام کے ساتھ رکوع سجدے کی تسبیحات اور التحیات وغیرہ پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے تو جس کام سے حدیث پاک میں روکا گیا ہے اس سے ہم رکیں گے اور جس چیز کے کرنے کا قرآن وحدیث میں کہا گیا اس کو کریں گے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کی قراءت کے وقت خاموشی کا حکم دیا ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جب وہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرو۔ پھر حدیث میں مقتدی کو التحیات پڑھنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

(مسلم ج۱ ص۱۷۴ مسند ابی یعلی موصلی ج۶ ص۴۱۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ: **علمنی دعاء ادعو به في صلاتي** ''مجھے آپ کوئی دعا سکھائیں جو میں نماز میں مانگا کروں'' آپ نے فرمایا تو یوں کہا کر:

اللّٰهم انی ظلمت نفسی ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحيم. (بخاری ج۱ ص۱۶۹)

'' اے اللہ میں نے اپنے جان پر بڑا ظلم کیا اور تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا پس تو اپنی طرف سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما بیشک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے''۔

غور فرمایئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت خلف الامام کے سوا کسی اور عمل یا ذکر سے منع نہیں فرمایا اب کسی کا کہنا کہ دعا کے موقع پر امام پڑھتا ہو تو تم کیوں پڑھتے ہو؟ اس قسم کے اعتراضات بالکل غیر معقول ہیں کیونکہ یہ مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ہے اور امت مسلمہ کا اجماع اس کا مؤید ہے۔

علامہ ابن رشد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واتفقوا على انه لا يحمل الامام عن المأموم شيئا من فرائض الصلاة ما عدا القراءة (بداية المجتهد ج۱ ص۱۵۴)

ترجمہ: ''علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ امام مقتدی کی طرف سے سوائے قراءت کے اور کوئی فریضہ نہیں اٹھاتا (یعنی باقی سب فرائض مقتدی کو کرنے ہی پڑتے ہیں)''۔

(3) قراءت کے علاوہ نماز میں دو قسم کی چیزیں ہیں ایک تو اعمال ہیں مثلاً رکوع، سجدہ

قعدہ وغیرہ۔ دوسرے اذکار مثلاً رکوع، سجدے کی تسبیحات، تشہد، درود شریف، دعا، ثناء، تکبیرات، تسمیع وتحمید۔ اگر اعمال بھی مقتدیوں کی طرف سے امام ہی کرے تو اس کی صورت یہ ہوگی کہ مقتدی نیت باندھنے کے بعد صرف کھڑے رہیں اور امام رکوع سجدے کرے۔ اس صورت میں امام کی مخالفت لازم آئے گی۔ جو کہ جائز نہیں ہے۔

اذکار اور قراءت کے مابین وجوہِ فرق:

اذکار اور قراءت کا حکم ایک نہیں ہوسکتا، کیونکہ اذکار اور قراءت میں کئی لحاظ سے فرق ہے۔

[۱] قراءت فرض ہے اور اذکار میں کوئی بھی ذکر فرض نہیں ہے۔

[۲] قراءت میں اصل سننا اور سنانا ہے اور ادعیہ اور اذکار میں اصل انفراد ہے کہ ہر ایک اکیلے اکیلے کرے اور ایک کی طرف سے دوسرا نہ کرے۔ گویا قراءت میں اصل اجتماع ہے کہ جمع ہو کر ایک کا قرآن سنیں۔ اذکار وادعیہ میں اصل انفراد اور تنہائی ہے کہ ہر ایک اپنی اپنی دعا عاجزی، انکساری اور یکسوئی سے مانگے اور یکسوئی سے خلوت میں بیٹھ کر ذکر کرے۔ اسی لیے قرآن مجید میں جو دعائیں مذکور ہوئی ہیں وہ زیادہ تر جمع کے صیغوں کے ساتھ آئی ہیں کہ وہاں بھی قراءت ہونا دعا ہونے پر غالب آگیا ہے اور اجتماعی شان ہی کا لحاظ کیا گیا ہے۔ گویا ایک آدمی سب کی طرف سے دعا مانگ رہا ہے۔ اور احادیث میں جو دعائیں آئی ہیں وہ اپنی اصلی حالت میں زیادہ تر مفرد کے صیغوں کے ساتھ آئی ہیں کہ ہر شخص اپنی اپنی دعا کر رہا ہے۔ اس لحاظ سے بھی قراءت اور اذکار وادعیہ میں بڑا فرق پایا گیا۔ قراءت کو اذکار وادعیہ پر قیاس نہیں کر سکتے اور اذکار وادعیہ کو قراءت پر قیاس نہیں کر سکتے۔

[۳] قراءت میں ممانعت منصوص ہے۔ اور ادعیہ واذکار میں امام کے پیچھے پڑھنے کی کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔ اس لیے قراءت کا حکم الگ ہے اور ادعیہ واذکار کا حکم الگ ہے۔ ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے۔

[۴] قراءت میں اصل جہر ہے۔ اسی لیے زیادہ نمازوں میں جو باجماعت پڑھی جاتی ہیں، جہر ہی ہے اور دعاؤں اور اذکار میں اصل آہستہ پڑھنا ہے۔ چنانچہ دعا کے بارے میں

صراحۃً قرآن مجید میں حکم ہے:

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (الاعراف:۵۵)

ترجمہ: ''تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔ یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

ایسے ہی سب آئمہ کے نزدیک دعا کا مسنون طریقہ سرًّا ہی کرنا ہے۔ امام کے جہر کرنے کی صورت میں مقتدی کا پیچھے پڑھنا عقلاً بھی بہت بعید ہے کہ امام کی قراءت اگر کسی نے سنی ہی نہیں ہے۔ اپنی اپنی قراءت میں سب نے مشغول ہونا ہے تو امام جہر کیوں کر رہا ہے؟ ان سب وجوہ کی بناء پر ادعیہ واذکار کو قراءت پر قیاس نہیں کر سکتے۔

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیقات:

تیسرا شبہ:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیقات پر حضرات غیر مقلدین بہت اعتماد کرتے ہیں۔ شاید ان کا مسلک ان کے موافق ہو۔

جواب: حضرات امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا مسلک اس بارے میں وہی ہے جو جمہور امت کا ہے۔ ذیل میں ان کی تحقیقات پیش کی جا رہی ہیں۔ جس میں انہوں نے قرآن وسنت کو بنیاد بنایا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق:

(1) شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والأمر باستماع قراءة الامام والانصات له مذكور فى القرآن وفى السنة الصحيحة وهو اجماع الأمة فيمازاد على الفاتحة وهو قول جماهير السلف من الصحابة وغيرهم فى الفاتحة وغيرها.

(رسائل دینیه، تنوع العبادات ص ۵۵)

ترجمہ: امام کی قرأت سننے اور خاموش رہنے کا حکم قرآن کریم اور سنت صحیحہ سے ثابت ہے،

سورت فاتحہ اور اس کے بعد والی سورت کی بابت جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور دیگر علماء امت کا یہی مسلک ہے۔ اور سورت فاتحہ کے بعد والی سورت کی قرأت کے وقت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے پر تو ساری امت کا اجماع ہے۔

(2) حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے مشہورِ عالم فتاویٰ میں مسئلہ قراءت خلف الامام کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''امام کے جہر کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ پڑھے اور مقتدی سنیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام جہری نمازوں میں جب 'وَلَا الضَّآلِّيْن' پڑھتا ہے تو مقتدی بھی آمین کہتے ہیں۔ اور سری نمازوں میں چونکہ مقتدی سنتے نہیں۔ اس لیے وہ آمین بھی نہیں کہتے۔ اگر امام بھی قراءت کر رہا ہو اور مقتدی بھی پڑھتے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ امام کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو سناؤ جو اس کے لیے آمادہ نہیں۔ اور ایسی قوم کو خطبہ اور وعظ کہو جو توجہ نہیں کرتی۔ اور یہ ایسی کھلی حماقت ہے جس سے شریعت مطہرہ کا دامن بالکل پاک ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص خطبۂ امام کے وقت باتیں کر رہا ہو تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر کتابوں کا بوجھ لادا گیا ہو۔ ایسا ہی وہ شخص ہے جو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرتا ہو۔''

(فتاویٰ ابن تیمیہ ۲/۱۴۷)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام کی قراءت مقتدیوں کی قراءت ہے۔ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے۔ مسئلہ قراءت خلف الامام کی تحقیق کے سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں پر سے سجدہ سہو ساقط کر دیا ہے بایں طور کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کی بھول سے اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا، یعنی جب امام کی نماز صحیح ہو گئی تو مقتدیوں کی بھی صحیح ہو گئی۔ اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی پر سورت فاتحہ کا پڑھنا بھی ساقط کر دیا ہے کیونکہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۶۶)

تحقیق حدیثِ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ:

چوتھا شبہ: ٹھیک ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امام کے پیچھے قراءت کرنے والے پر نکیر فرمائی لیکن اس کے بعد سورت فاتحہ کی قراءت کا بھی تو حکم دیا آپ اس کو کیوں ذکر نہیں کرتے؟ امام ترمذی اور امام ابوداود فرماتے ہیں:

عن عبادہ بن صامت ؓ قال: کنا خلف رسول اللہ ﷺ فی صلوٰۃ الفجر، فقرأ رسول اللہ ﷺ فثقلت علیہ القرأۃ، فلما فرغ قال: "لعلکم تقرؤن خلف امامکم؟" قلنا: نعم ھٰذًا یارسول اللہ! قال: "لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بھا".

(ابوداؤد ح ۸۲۳؛ ترمذی ح ۳۱۱)

ترجمہ: "حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صبح کے وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ ﷺ قراءت کر رہے تھے آپ ﷺ پر قراءت ثقیل ہوگئی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "شاید تم امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟" ہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صرف سورت فاتحہ پڑھا کرو کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی (اور کچھ بھی نہ پڑھو)۔"

جواب: حدیث کا یہ حصہ کہ "[امام کے پیچھے] صرف سورت فاتحہ پڑھا کرو کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی" ہم نے اس کو اس لئے ذکر نہ کیا کہ اس میں کئی وجہ سے کلام ہے:

(۱) محمد بن اسحاق پر کلام:

اس کا راوی محمد بن اسحاق کو گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین رحمہ اللہ اور اربابِ جرح وتعدیل کا جم غفیر اس بات پر متفق ہے کہ روایتِ حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہوسکتی۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں: سلیمان تیمی کہتے ہیں: کذّاب یعنی بہت جھوٹا ہے۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں: کذّاب یعنی بہت جھوٹا ہے۔ امام الجرح والتعدیل یحیٰ بن سعید القطان کہتے

ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب یعنی بہت جھوٹا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۵ میں لکھتے ہیں: وُہیب بن خالد کہتے ہیں: کذاب یعنی بہت جھوٹا ہے۔ اور ج ۹ ص ۴۱ میں لکھتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: دجال من الدجاجلة یعنی وہ دجالوں میں ایک دجال تھا۔ نیز امام مالک نے بھی اس کو کذاب یعنی بہت جھوٹا ہے، کہا ہے۔

(احسن الکلام ص ۵۰۱ تا ۵۰۹)

(۲) راوی مکحول پر کلام:

اس حدیث کا راوی مکحول معیاری درجے کا ثقہ نہیں ہے نیز وہ مدلس بھی ہے پھر حدیث کے کسی صحیح طریق سے تحدیث ثابت نہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کے بہت سے شاگردوں نے روایت کی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی قراءت فاتحہ خلف الامام کا حکم صراحۃً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کیا۔ یہ نسبت صرف مکحول نے کی ہے۔ غرض کوئی ایسا ثقہ راوی اس کا متابع موجود نہیں جس کی سند صحیح ہو۔ محدثین اور علماء جرح وتعدیل نے ان کے بارے میں یہ تصریح کی ہے کہ بسا اوقات ان کو روایات میں وہم ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی ظاہر یہ ہے کہ اس روایت میں بھی ان کو وہم ہوا ہے۔ اس وہم کی پوری تفصیل علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فتاویٰ میں ذکر کی ہے (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۱۷۸؛ طبع دار الکتب الحدیثیہ مصر)۔

(۳) نافع بن محمود کا مجہول ہونا:

اس حدیث کے بعض طرق (ابوداود ح ۸۲۴) میں ایک راوی نافع بن محمود ہے وہ راوی مجہول ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: نافع بن محمود سے خلف الامام کی روایت کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں ہے۔ ابن حبان رحمہ اللہ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ اس کی حدیث معلول ہے (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۲۷) امام طحاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: نافع بن محمود مجہول ہے۔ (الجوہر النقی ج ۲ ص ۱۶۵)۔ حافظ ابوعمر بن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مجہول ہے (تہذیب التہذیب ۱۰/۴۱۰) شیخ الاسلام موفق الدین ابن

قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ وہ مجہول ہے (مغنی ج ا ص ۶۰۶) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ وہ مستور ہے۔ (تقریب ص ۳۷۱)

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذه الرواية ضعيفة، لان فی سندها نافع بن محمود بن الربيع، قال الذهبی: لا يعرف"۔ (التعليق الالبانی علی المشكوٰة ج ا ص ۲۷۰)

''یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں نافع بن محمود بن ربیع ہے ذھبی کہتے ہیں وہ غیر معروف یعنی مجہول ہے.

④ روایت کا مضطرب ہونا:

اس روایت میں اضطراب موجود ہے۔ حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں آٹھ قسم کا اضطراب ہے، اور اس کے متن میں تیرہ قسم کا اضطراب ہے۔ (معارف السنن ج ۳ ص ۲۰۳ تا ۲۰۵)

⑤ روایت موقوف ہے، مرفوع نہیں:

امام احمد رحمہ اللہ، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ، حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ اور دوسرے محققین اس کو معلول اور غیر صحیح قرار دیتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث کئی وجوہ سے ضعیف اور معلول ہے اور یہ مرفوع بھی نہیں، بلکہ حضرت عبادہ بن صامت کا قول ہے''

(تنوع العبادات ص ۸۶ بحوالہ احسن الکلام ص ۵۳۴)

⑥ روایت کا ضعیف ہونا:

شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ آئمہ حدیث نے معلول قرار دیا ہے اور کسی دوسرے مقام میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس کا ضعف بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث جو بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ جس کو امام زہری رحمہ اللہ، محمود بن ربیع کے طریق سے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

صرف اتنی ہے: ''لا صلوٰۃ اِلّا بامّ القرآن '' ترجمہ: ''اُمّ القرآن کے بغیر نماز نہیں ہوتی''۔ رہی یہ حدیث جس میں خلف الامام کی زیادت ہے۔ تو اس میں بعض شامی راویوں کی غلطی شامل ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۳ ص ۲۸۷)

امام ترمذی رحمہ اللہ کی تائید:

شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جو لکھا ہے، اس کی طرف امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام زہری رحمہ اللہ کے طریق سے نقل کیا ہے جس میں صرف '' لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب '' کے الفاظ ہیں۔ پھر فرمایا: ''وھذا اصح''۔ (ترمذی ص ۶۴ اتحت حدیث ۳۱۱)۔ امام اہلِ سنت، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کا ضعف اپنی کتاب احسن الکلام ص ۵۰۰ تا ۵۴۵ میں تفصیلاً بیان کیا ہے۔

ان وجوہ کی بناء پر محدثین نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ جو شافعیہ میں سے ہیں اور اسانید وعلل کے ماہر نقاد سمجھے جاتے ہیں، انہوں نے ''میزان الاعتدال'' میں محمود بن ربیع کے ترجمہ کے تحت یہ اعتراف کیا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (تقریر ترمذی ص ۴۱)۔ علامہ انور شاہ کشمیری اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (العرف الشذی ص ۱۶۳)

علامہ البانی کی تحقیق کا خلاصہ:

علامہ البانی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

(دیکھئے ضعیف سنن ترمذی ۴۹۔۳۱۱؛ ضعیف سنن ابی داود ۱۷۶۔۸۲۳؛ ضعیف سنن نسائی ۳۹۔۹۲۰؛ ضعیف الجامع الصغیر ۲۰۸۲، ۴۶۸۱)۔

مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد ناصر الدین البانی صاحب کی تحقیقات کو حضرات غیر مقلدین حرف آخر سمجھتے ہیں۔ آپ ایک جگہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هذا لا يدل على وجوب الفاتحة وراء الامام، كما يُظن، بل على الجواز، لان الاستثناء جاء بعد النهي، وذٰلک لا يفيد الا الجواز، وله امثلة فى الاستعمال القرآنى، وتفصيل ذٰلک لا يتسع له المقام. فمن شاء التحقيق فليرجع الى كتاب "فيض البارى" للشيخ انور الكشميرى، ويشهد لذٰلک ما فى رواية ثابتة فى الحديث بلفظ: "لا تفعلوا الا ان يقرأ احدكم بفاتحة الكتاب". فهذا كالنص علىٰ عدم الوجوب. (تعليقات البانى على المشكوٰة ج ا ص ٢٧٠)

یہ حدیث امام کے پیچھے قراءت کے واجب ہونے کی دلیل نہیں جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے بلکہ یہ جواز کی دلیل ہے کیونکہ استثناء نہی کے بعد ہے اور یہ جواز کا معنی دیتا ہے۔ قرآنی استعمال میں اس کی کئی مثالیں ہیں اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں جو تحقیق چاہے وہ شیخ انور کشمیری کی کتاب فیض الباری کی طرف مراجعت کرے اور اسی معنی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: "لا تفعلوا الا ان يقرأ احدكم بفاتحة الكتاب" ترجمہ: "ایسا نہ کرو مگر یہ کہ تم میں سے کوئی پڑھنا چاہے تو سورۃ الفاتحہ پڑھ لے" تو یہ حدیث عدم وجوب پر نص ہے۔

⑦ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ منسوخ ہے:

علامہ البانی لکھتے ہیں کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ والی یہ حدیث منسوخ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب "اصل صفة صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم من التكبير الى التسليم" میں عنوان باندھا ہے۔

"نسخ القراءة وراء الامام فى الجهرية"

اس کے تحت فرماتے ہیں: "شروع میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے جہری نمازوں میں سورت فاتحہ پڑھنے کی اجازت تھی (آگے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث بیان کر کے لکھتے ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری نمازوں میں مقتدی کو ہر قسم کی قراءت سے روک دیا۔ (آگے حدیث ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کی ہے) اور امام کی قراءت کے وقت مقتدی کی خاموشی کو اقتداء کے

لوازمات میں سے قرار دیا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: "انما جعل الامام لیؤتمّ بہ، فاذا کبّر؛ فکبّروا، واذا قرأ؛ فانصتوا"۔ امام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے وہ یوں کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ جیسا کہ امام کے پیچھے قراءت سننے کو مقتدی کے لئے قراءت سے مستغنی قرار دیا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: "من کان لہ امام؛ فقراءۃ الامام لہ قراءۃ"۔ جس آدمی نے امام کی اقتداء کی، تو امام کی قراءت مقتدی کو بس ہے۔

(اصل صفة صلاة النبی ﷺ ج ۱ ص ۳۲۷ تا ۳۶۴؛ صفة صلاة النبی ﷺ ص ۹۳)۔

احادیث مرفوعہ میں سے کسی سے وجوب قراءت خلف الامام ثابت نہیں ہوتا، نہ جہری نمازوں میں نہ سرّی میں۔ بلکہ جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے قراءت خلف الامام ظاہر ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو ناپسند کیا۔ گویا آپ ﷺ اس سے پہلے ان کی قراءت کی طرف سے خالی الذہن تھے۔ اور جب ان میں سے کسی نے آپ کے پیچھے قراءت کی، تو آپ ﷺ کو نماز کے اندر ہی اس سے خلجان پیش آیا، اور ذہن مبارک میں الجھن پیدا ہوئی۔ پھر ظاہر ہے کہ جس مقتدی صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی قراءت کے ساتھ ساتھ قراءت کی ہوگی خواہ سری نماز میں یا جہری نماز میں، تو اس سے آپ ﷺ کی خلش اور خلجانِ ذہنی آپ ﷺ کے لیے فطری امر تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے نماز کے بعد سوال فرمایا: "کس نے میرے پیچھے نماز کے اندر قراءت کی ہے"؟ جواب میں کچھ لوگوں نے عرض کیا: ہم نے قراءت کی ہے، مگر "ھذًا" کی ہے، یعنی بہت تیزی سے پڑھا ہے۔ گویا یہ بطور اعتذار کے کہا کہ ہمارا دھیان حضور (ﷺ) کی قراءت کی طرف سے زیادہ نہیں ہٹا، بہت ہی معمولی وقفہ لگا، جس میں تیزی سے کچھ پڑھ لیا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: "اگر تمہیں ضرور ہی کچھ پڑھنا ہے تو صرف سورت فاتحہ پڑھنے کی اجازت ہے"۔ تو آپ ﷺ کے اس طرح ارشاد فرمانے سے صرف اباحت مرجوحہ کی صورت نکل سکتی ہے۔ کیونکہ سوال کی صورت ہی بتلا رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع بھی نہ تھی، چہ جائیکہ آپ ﷺ کے حکم سے ایسا ہوا ہوتا۔ لہٰذا نفسِ سوال کرنا ہی اس کی ناپسندیدگی کو ظاہر کر رہا ہے۔ جس سے

معلوم ہوا کہ اگر اس سے پہلے امام کے پیچھے قراءت جائز تھی تو وہ جواز بھی ختم ہوگیا۔ جیسا کی سنن کی دوسری حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم سارے ہی جہری نماز میں قراءت فاتحہ خلف الامام سے رک گئے۔

اشکال: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال نفسِ قراءت سے متعلق نہ تھا بلکہ جہر سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے والے نے بلند آواز سے قراءت کی تھی۔

جواب: علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں: یہ ایسی تاویل ہے جس کے لیے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا جاسکتا۔ پھر عقلاً بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساکت وصامت دیکھتے ہوئے بلند آواز سے قراءت کردی ہو۔ اگر بالفرض ایسا ہوا بھی تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال تو جہر کے متعلق نہیں ہوا، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر فرمائی بلکہ نفسِ قراءت پر ہی باز پرس فرمائی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مقتدی کی قراءت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزری تھی۔

(انوار الباری ج ۱۶ ص ۳۵۹، ۳۶۰)

اشکال: کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال قراءتِ فاتحہ سے متعلق نہ تھا بلکہ فاتحہ کے علاوہ جو کچھ پڑھا گیا ہوگا اسکے بارے میں تھا۔ لہٰذا سورت فاتحہ خلف الامام باز پرس اور ناپسندیدگی کی زد سے محفوظ ہے۔

جواب: ایسا کہنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ دارِ قطنی کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال اس طرح مروی ہے: "ھل منکم من احدٍ یقرأ شیئاً من القرآن "؟ کیا تم میں سے کوئی شخص قرآن مجید کا کچھ حصہ میرے پیچھے پڑھتا ہے؟۔ ظاہر ہے کہ اس عمومی سوال سے قراءت فاتحہ بھی محفوظ نہ رہی ہوگی۔ سوال مطلق قراءت قرآن سے تھا۔ کسی خاص سورت کے بارے میں نہ تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کسی ایک مقتدی پر بھی وجوبِ شرعی نہ تھا۔ ورنہ یوں نہ فرماتے: "تم میں کوئی قراءت کرنے والا ہے؟" بلکہ سب ہی سے یوں سوال فرماتے: "کیا تم قراءت کرتے ہو؟" کہ وجوب کی شان یہی تھی کہ سب پر ہوتا اور سب ہی قراءت کرتے۔ لہٰذا سب ہی مسئول اور سب ہی جواب دہ ہوتے۔ نیز معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پیچھے قراءت کرنا منصبِ اقتداء کے خلاف تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے خلف امامکم فرمایا، خلفی نہ فرمایا۔ جو موقع اور محل کے مناسب تھا۔ اس سے آپ ﷺ نے مطلقاً منصبِ اقتداء کو سمجھا دیا کہ امام کے پیچھے قراءت کرنا بے محل ہے۔ (انوار الباری ج ۱۶ ص ۳۶۰)

اشکال: بعض لوگ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ارشاد ''لا تفعلوا الا بام القرآن'' سے تو ہم اباحت یا عدمِ وجوب تسلیم کیے لیتے ہیں مگر اس کے بعد جو رسول اللہ ﷺ نے تعلیل کے طور ''فانہ لا صلوٰۃ الا بھا'' فرمایا۔ اس سے تو وجوب ضرور ثابت ہوتا ہے۔

جواب: یہ بات تو کسی طرح معقول نہیں ہو سکتی کہ ایک وقت میں ایک چیز کو صرف مباح اور وہ بھی بدرجۂ اباحتِ مرجوحہ کہا جائے۔ پھر اس کو اگلے جملہ میں واجب کا درجہ دے دیا جائے۔ (انوار الباری ج ۱۶ ص ۳۶۰)

(۸) بنا بر صحت حدیث کا معنیٰ:

(1) اگر بالفرض تھوڑی دیر کے لئے اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ''لا تفعلوا الا بام القرآن'' میں نہی سے استثناء کیا گیا ہے اور جب نہی سے استثناء کیا جائے تو مستثنیٰ کی اباحت ثابت ہوتی ہے نہ کہ وجوب۔ مطلب یہ ہے کہ فاتحہ کے پڑھنے میں حرج نہیں کیونکہ اس کی بڑی اہمیت ہے اور جب یہ دوسروں (امام اور منفرد) کے حق میں واجب ہے تو مقتدی کے حق میں کم از کم جائز ہوگی۔

(درس ترمذی ج ۲ ص ۷۴ تا ۷۸؛ معارف السنن ج ۳ ص ۲۰۶ تا ۲۱۵)

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر بالفرض یہ روایت صحیح بھی ہو تو اس کا ایسا مطلب اور معنیٰ کیوں نہ کر لیا جائے جو قواعد عربی کے موافق ہو، اور ایسا معنیٰ مراد لینے سے صحیح احادیث کے ساتھ تطبیق کی صورت بھی نکل آئے، اور صحیح احادیث کی مخالفت بھی لازم نہ آئے۔ یہ بات زیادہ قرین انصاف ہے کہ

''واذا قرأفانصتوا'' وغیرہ کی صحیح روایات کو اپنے مقام پر رکھا جائے۔ اور کمزور قسم کی روایات میں مناسب تاویل کر لی جائے نہ یہ کہ کمزور اور معلول روایتوں کو اصل قرار دیا جائے، اور صحیح احادیث میں بیجا تاویلات کا دروازہ کھول دیا جائے۔ خلف کا معنیٰ مکانی بھی ہوسکتا ہے، اور زمانی بھی۔ خلف الامام کا زمانی معنیٰ لے کر مطلب یہ ہوگا: ''جس آدمی نے امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی بقیہ رکعات میں سورت فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی''۔ اس لحاظ سے یہ روایت مسبوق کے حق میں ہوگی۔ (احسن الکلام: ۵۴۱، ۵۴۲؛ اعلاء السنن ج ۴ ص ۱۱۳)

اس حدیث کی شرح اس طرح ہوگی: ممانعت اور پھر اباحت کا تعلق تو مقتدی کے ساتھ ہو۔ چونکہ سورت فاتحہ کو دوسری سورتوں کے مقابلہ میں ایک بڑا تفوق اور امتیاز بھی بخشا گیا ہے کہ وہ متعین طریقہ پر نماز کے لیے ضروری ہے۔ دوسری سورتوں کے لیے یہ وصف نہیں ہے۔ بلکہ کوئی بھی سورت فاتحہ کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے۔ اس لیے تعلیل والے جملہ سے سورت فاتحہ کے تفوق و امتیاز اور وصفِ خاص کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ کہ اس کے بغیر دو نمازیں ایسی ہیں کہ وہ صحیح نہیں ہوتیں۔ ایک منفرد کی، دوسرے امام کی۔ لہٰذا تعلیل کا مقصد ایجابِ فاتحہ نہیں ہے بلکہ اس کے وصفِ خاص کا اظہار ہے۔ خاص مقتدی کے حق میں اس کو واجب کرنا مقصود نہیں ہے کہ اس کے واسطے تو صرف اباحت کا درجہ مقرر ہو چکا ہے۔ اسی لیے اس کے لیے حکمی و معنوی طور پر امام کی قراءت ہی کافی قرار دے دی گئی ہے۔ اب حکماً وہ ایسا ہی ہے کہ جیسے امام یا منفرد ہونے کی حالت میں خود پڑھتا ہے۔ یہاں یہ مجبوری ہے کہ امام کی قراءت کے وقت اس کے لیے انصات و خاموشی ضروری ہے۔ (انوار الباری ج ۱۶ ص ۳۶۰)

اس حدیث کو اگر صحیح مان لیا جائے، تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہے بغیر قراءت کر لی تھی جبھی تو آپ کو دریافت کرنا پڑا کہ تم میرے ساتھ قراءت کرتے ہو۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قراءت کا حکم دیا ہوتا تو اس سوال کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ اس کے بعد جب معلوم ہوا کہ ایک شخص نے امام کے پیچھے قراءت کر لی تو فرمایا: ایسا نہ کرو مگر فاتحہ (پڑھ سکتے ہو)۔ اس سے وجوب ثابت نہیں ہوسکتا صرف اباحت مفہوم ہوتی ہے۔

بہر حال حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث جو سنن ابوداود وغیرہ کے حوالے سے

بیان ہوئی ہے۔ضعیف اور مضطرب ہے، لیکن اگر اس کے ضعف و اضطراب سے قطع نظر اس کو صحیح فرض کر لیا جائے، تب بھی یہاں چند امور قابل غور ہیں:

(1) جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا: ''شاید تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے ہو''۔ اس امر کی دلیل ہے کہ اس واقعے سے قبل رسول اللہ ﷺ کی جانب سے قراءت خلف الامام شروع نہیں کی گئی تھی۔

(2) جس نے آپ کے پیچھے قراءت کی تھی وہ رسول اللہ ﷺ کے علم و اجازت کے بغیر کی تھی۔

(3) آپ ﷺ نے یہ نہ فرمایا: ''شاید تم میرے پیچھے قراءت کرتے ہو'' بلکہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا: ''شاید تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے ہو''۔ اس امر کی دلیل ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کرنا منصب اقتداء کے خلاف ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ اس پر نکیر فرما رہے ہیں۔ اس لیے امام کے پیچھے قراءت کرنا شریعت کی رو سے نادرست اور لائقِ نکیر ہے۔

(4) رسول اللہ ﷺ کے سوال کے جواب میں ایک شخص کا یہ کہنا کہ ہم ایسا کرتے ہیں۔ اس امر کی دلیل ہے کہ قراءت خلف الامام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام معمول نہیں تھا۔ ابوداؤد (حدیث ۸۲۴) میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کا جو قصہ لکھا ہے: ایک دفعہ ان کو صبح کی نماز میں تاخیر ہوگئی۔

(5) خود حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی مقتدی کو امام کے پیچھے سرّی قراءت میں اجازت نہ دیتے تھے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عن عبادة بن الصامت انه رأیٰ رجلاً لا یتمُّ رکوعه ولا سجوده فاتاه فاخذه بیده، فقال: ''لاتشبهوا بهٰذا وامثاله، انه لا صلوٰة الا بام الکتاب. فان کنت خلف الامام فاقرأ فی نفسک وان کنت وحدک فاسمع اذنیک، ولا تؤذ من عن یمینک ولا من عن یسارک''

'' حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع سجدہ پورا نہیں کر رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے۔ اس کے ہاتھ کو پکڑا، پھر فرمایا: ''اس کی اور اس

جیسوں کی مشابہت نہ کرو۔ تو اگر امام کے پیچھے ہو تو اپنے دل میں پڑھ، اور اگر تو اکیلا ہو، تو اپنے کانوں کو سنا اور اپنے دائیں بائیں والوں کو ایذاء نہ پہنچا"۔ اس کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں: "ومذهب عبادة في ذلك مشهور"۔ ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا مذہب اس بارے میں مشہور ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۸)

بہر حال روایات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فاتحہ خلف الامام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام معمول نہیں تھا، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔

(6) چونکہ سورت فاتحہ کی قراءت سے بھی الجھن کی صورت پیش آجاتی تھی۔ اس لیے مطلقاً ممانعت فرما دی گئی، جیسا کہ مؤطا امام مالک اور سنن کی روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز سے فارغ ہو کر جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت جہر سے کی تھی فرمایا: "کیا تم میں سے کسی نے اس وقت میرے ساتھ قراءت کی ہے؟"۔ ایک شخص نے کہا: ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے قراءت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں بھی تو کہوں کہ یہ کون مجھ سے قراءت کو چھین رہا ہے۔ (یعنی قراءت میں منازعت کر رہا ہے)"۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو اس نماز میں قراءت کرنے سے رک گئے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہر سے قراءت کرتے تھے۔

(صحیح۔ مؤطا امام مالک ح ۲۳۶؛ مؤطا امام محمد ح ۱۱۱؛ نسائی ح ۹۲۰؛ ابو داؤد ح ۸۲۶)

(7) مقتدی کی قراءت خلف الامام سے امام کی قراءت میں گڑبڑ ہونے کا قصہ صرف جہری نمازوں سے مخصوص نہیں، بلکہ سری نمازوں میں بھی اس سے گڑبڑ پیدا ہو سکتی ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی، تو ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" پڑھنے لگا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "تم میں سے کس نے قراءت کی۔ میں خیال کر رہا تھا کہ کوئی مجھ سے قراءت میں منازعت کر رہا ہے۔" (مسلم ح ۸۸۷)

باب ہفتم:

ترک قراءت خلف الامام پر قیاسی اور عقلی دلائل

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے پیش کردہ عقلی دلائل

(1) امام اور مقتدی کی نماز متحد (ایک) ہے۔ یعنی جماعت سے پڑھی جانے والی نماز عرض میں ایک نماز ہے، اور نماز کے ساتھ حقیقۃً امام متصف ہے۔ اور مقتدی اس کے واسطہ سے نماز کے ساتھ متصف ہے، یعنی مقتدیوں کے وصف نماز کے ساتھ متصف ہونے کے لیے امام واسطہ فی العرض ہے۔

(2) نماز کی اصل حقیقت قراءتِ قرآن ہے۔ اس لیے وہ صرف امام کے ذمہ رہے گی۔ اور جو چیز بالعرض نماز کے ساتھ متصف ہونے کے لیے ضروری ہے، یعنی اقتداء کی نیت، اس کی حاجت صرف مقتدیوں کو رہے گی، کیونکہ وہی موصوف بالعرض ہیں۔ البتہ حضوری دربار خداوندی کے لحاظ سے جو چیزیں ضروری ہیں مثلاً رکوع، سجدے، قیام، ثناء وغیرہ، ان کی حاجت دونوں کو ہوگی۔

(3) نماز کو 'صلوٰۃ' اس لیے کہا گیا ہے۔ کہ اس کی اصل حقیقت دعا ہے۔ اور دوسری چیزیں قیام، رکوع، سجدے وغیرہ اس کے متعلقات و ملحقات ہیں اور دعا سورت فاتحہ میں ہے۔ جس کا جواب دوسری سورت میں ہے، جو فاتحہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ پس یہی دونوں چیزیں نماز کی اصل حقیقت ٹھہریں۔ جو صرف اس شخص کے ذمہ رہیں گی جو نماز کے ساتھ حقیقۃً متصف ہے، یعنی صرف امام کے ذمہ۔

(4) معبود کی مرضی کے موافق کام کرنے کا نام عبادت ہے۔ اس لیے شوق عبادت کا تقاضا یہ ہے کہ معبود ہی سے درخواست کی جائے کہ وہ اس سلسلے میں ہماری راہنمائی

فرمائے۔ لہذا یہی نماز کی اصلی غرض ہے، یعنی معبود حقیقی کی تعریف اور عظمت و بڑائی بیان کر کے درخواستِ ہدایت پیش کرنا۔ اور اس کا جو جواب ملے اس کو غور سے سننا۔ اسی کے لیے یہ افضل عبادات (نماز) مقرر ہوئی ہے۔

(5) قیام وغیرہ کو اس طرح سمجھو کہ قیام درخواست حالی ہے کہ نمازی دست بستہ غلاموں کی طرح قیام کی حالت میں سراپا سوال و درخواست بن جاتا ہے، اور ساتھ ہی زبانِ قال سے بھی اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اعتراف کرتا ہے۔ پھر سبحانک اللّٰھُمَّ الخ سے اس کے وصف بے عیبی، اور بابرکت و عالی شان ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ یہ گویا سلامِ دربار ہے۔ پھر شیطان سے استعاذہ کر کے، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر الحمد شریف پڑھتا ہے، جس میں اول اللہ تعالیٰ کی تعریف، اس کی تربیتِ عامہ و رحمتِ خاصہ کا تذکرہ کرتا ہے۔ اس کی مالکیت اور جزاء وسزاء کے اختیارِ مطلق کا اعتراف کرتا ہے۔ اس کے بعد ہدایت کی درخواست پیش کرتا ہے، اور اس کا جو جواب ملتا ہے، اسے غور سے سنتا ہے۔ پس فاتحہ کے بعد قرآن مجید کی دوسری آیات و سورت کا پڑھنا ہی درخواست کا جواب ہے۔ پھر درخواست منظور ہونے کے شکریہ میں نمازی آداب و نیاز بجالاتا ہے، یعنی رکوع وسجدہ کرتا ہے۔

(6) رکوع کو ایک لحاظ سے سوالِ حالی بھی کہہ سکتے ہیں کہ نمازی کا اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف میلان اور جھکاؤ ثابت ہو رہا ہے جو ایک سراپا احتیاج کا غنی ومغنی کی طرف ہونا چاہیے اور اس کے بعد سجدہ میں گر کر اپنے کامل انقیاد و امتثال کو ظاہر کر رہا ہے کہ منقاد کا زیرِ حکم منقادلہ ہونا اس ذات باری کے ترفع اور اس کے تسفل پر اور اس کے تعزز اور اس کے تذلل پر دلالت کرتا ہے۔

(7) اگر مقتدی امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو مقتدی سے فریضۂ قیام (جو نماز کے اہم ارکان میں سے ہے) ساقط ہو جاتا ہے، اسی لیے مقتدی کو چاہیے کہ قیام کی حالت میں صرف تکبیر کہہ کر فوراً امام کے ساتھ رکوع میں جا ملے۔

یہ مسئلہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ مقتدی مجازاً مصلی (نماز پڑھنے والا) ہے اور

چونکہ اس پر امام کے پیچھے قراءت واجب نہیں ہے۔ اس لیے رکوع سے پہلے اس کے لیے قیام بھی فرض نہ رہا۔ قیام قراءت ہی کی وجہ سے تھا۔ جب قراءت اس کے ذمہ نہیں تو قیام کا مطالبہ بھی ختم ہو گیا۔ پھر باقی رکعتوں میں جو وجوب قیام ہو گا وہ بحکمِ حضور دربار خداوندی ہے بحکم صلوٰۃ نہیں۔

(8) بعض حضرات یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ اگر امام موصوف بالذات ہے اور اس وجہ سے امام اور مقتدیوں کی نماز واحد ہے تو مقتدیوں کے ذمہ طہارت، سترِ عورت، استقبالِ کعبہ، رکوع اور سجدہ بھی نہ ہونا چاہیے۔ اس بار کا تحمل بھی قراءت کی طرح صرف امام ہی کے سر رہتا، بلکہ ثناء، تسبیحات، التحیات، درود و دعا اور تکبیر و تسلیم بھی جس درجہ میں مطلوب ہیں، امام سے ہی مطلوب ہوتیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی بصورتِ حضوری دربارِ خداوندی ہوتی ہے۔ اور یہ بات اس کے ہر قول و فعل سے ظاہر ہوتی ہے۔ سبحانک میں کاف خطاب، اھدنا میں صیغۂ خطاب، اور دست بستہ کھڑا ہونا، پھر کبھی جھکنا، کبھی سر زمین پر رکھ دینا، اور نماز سے فارغ ہونے پر دائیں بائیں سلام پھیرنا کہ بوقتِ نماز گویا اس عالمِ امکان اور عالمِ ظلماتی سے باہر عالمِ وجوب یعنی بارگاہ ذی الجلال والاکرام میں چلا گیا تھا۔ یہ سب امور بتلاتے ہیں کہ نماز حضوری دربارِ خداوندی کا نام ہے۔ پھر نماز باجماعت میں چونکہ امام خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ بنتا ہے۔ اور اسی لیے وہ سب سے آگے اور قبلہ کی دیوار سے قریب کھڑا ہوتا ہے اور سارے مقتدی اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں تو گویا اس وقت امام و مقتدی سب دربارِ خداوندی میں حاضر ہیں، تو جس طرح احکام دنیا کے دربار میں حاضری کے لیے صفائی، پاکی، لباس کی درستگی، بوقت حاضری ان کی طرف توجہ اور آدابِ دربار کی بجا آوری ضروری ہوتی ہے۔ اس طرح دربارِ خداوندی میں حاضری کے لیے یہ سب امور ضروری ہوں گے۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ سب امور وصف صلوٰۃ کے تقاضے سے نہیں ہیں، ورنہ "لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب" کے پیش نظر لازم ہوتا کہ شروع سے آخر تک صرف فاتحہ ہی فاتحہ ہوتی، دوسرا کوئی امر نہ ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ سب دوسرے امور حضوری دربار کے

تقاضے سے ہیں۔ نماز کے مقتضیات نہیں ہیں کہ نماز کی حقیقت اور مقتضیٰ صرف قراءت ہے۔

اس کے بعد سمجھنا چاہیے کہ حضوری دربار میں امام ومقتدی سب مشترک ہیں تو اس کے مقتضیات میں بھی سب مشترک رہیں گے اور نماز کی حقیقت مذکورہ کے لحاظ سے امام تنہا ہے تو قراءت صرف اس کے ذمہ رہے گی۔

خلاصہ یہ کہ آداب دربار وسلام وغیرہ تو سب ہی حاضرانِ دربار بجالایا کرتے ہیں اور عرضِ مطلب اور استماع جواب کے لیے کسی ایک ہی کو آگے بڑھایا کرتے ہیں، اور وہ بھی جس کو لائق وفائق خیال کرتے ہیں۔ اس لیے ثناء، تسبیحات، التحیات اور تکبیرات سب ہی بجا لائیں۔ اور قراءت جو درحقیقت عرض مطلب ہے یہ امام ہی کا کام ہے۔

(انوار الباری ۱۶/۱/۳۷۱ تا ۳۷۳)

(9) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس چند آدمی مل کر مسئلہ قراءت خلف الامام پر بحث کرنے کے لیے آئے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اکیلا اتنے آدمیوں سے کیسے بحث کرسکتا ہوں؟ ایک آدمی کو اپنا وکیل اور مختار بنالو کہ اس کی فتح تمہاری فتح اور اس کی شکست تمہاری شکست متصور ہو۔ چنانچہ وہ سب اس پر راضی ہو گئے اور اپنا ایک وکیل انہوں نے انتخاب کرلیا۔ جب وکیل نے بحث شروع کی۔ تو حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ مسئلہ تو حل ہو چکا ہے۔ وہ بولا: کیسے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ جب تم اکیلے سب کی طرف سے وکیل ہو کر گفتگو کر رہے ہو اور تمہاری بات ان سب کی سمجھی جاتی ہے تو اسی طرح امام کی قراءت سب مقتدیوں کی قراءت سمجھی جائے گی۔ وہ سب شکست تسلیم کرتے ہوئے لاجواب ہو کر چلے گئے۔

(سیرت النعمان ص ۵۶ از علامہ شبلی نعمانی؛ احسن الکلام ص ۴۲۱)
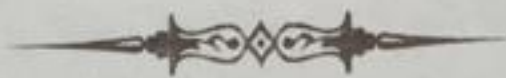
خاتمۃ الکلام

دلائل منصوصہ کی دو قسمیں ہیں: قرآنِ مجید ، حدیث شریف۔ پھر حدیث شریف کی دو قسمیں ہیں: حدیث قدسی ، حدیث نبوی۔ پھر حدیث نبوی کی تین قسمیں ہیں: نبی ﷺ کا قول، نبی ﷺ کا فعل اور نبی ﷺ کی تقریر۔ اس طرح دلائل منصوصہ کی کل پانچ قسمیں بن گئیں:

① قرآنِ مجید ② حدیث قدسی

③ رسول اللہ ﷺ کا قول ④ رسول اللہ ﷺ کا فعل

⑤ رسول اللہ ﷺ کی تقریر

الحمد للہ ہمارے پاس اس مسئلہ میں پانچوں قسم کے دلائل پائے جاتے ہیں۔ خلاصہ کیلئے دیکھئے:

حدیث قدسی — حدیث نبوی

حدیث قدسی (موطا امام مالک ح ۲۲۹؛ مسلم ح ۸۷۸)

حدیث نبوی:

- نبی ﷺ کا قول (مسلم: ح ۹۰۴ ، نسائی ح ۹۲۲)
- نبی ﷺ کا فعل (ترمذی: ح ۱۴۹۷ ، بخاری ح ۵)
- نبی ﷺ کی تقریر (ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۷۵ ، موطا امام مالک ح ۲۳۶)
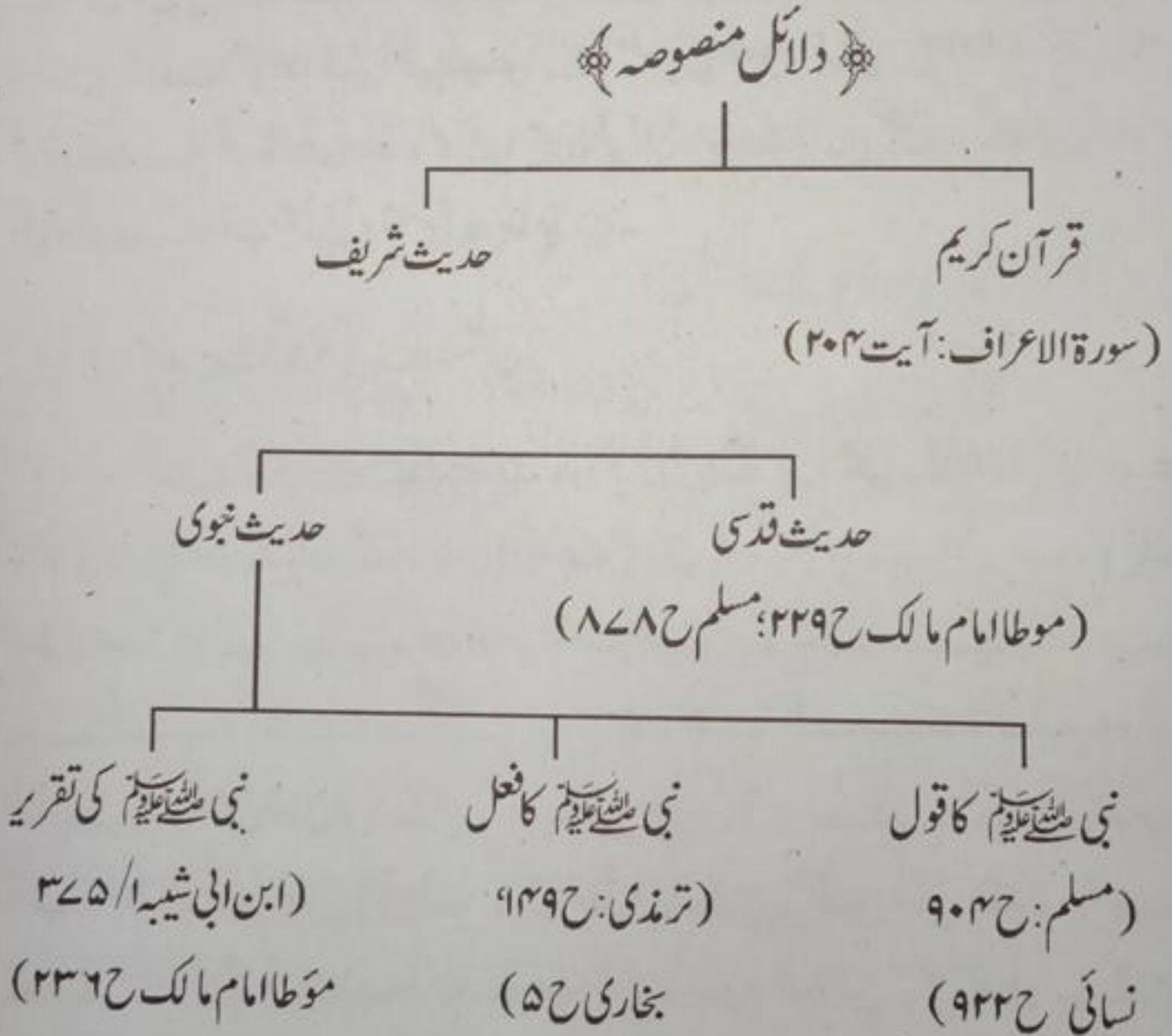
تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) قرآن پاک سے دلیل:

گذشتہ صفحات میں قرآن پاک سے کافی دلائل دیئے جاچکے ہیں یہاں صرف ایک دلیل پر اکتفا کیا جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (الاعراف:۲۰۴) ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''

اس آیت مبارکہ میں قرآن پڑھنے کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے مگر پڑھنے والے کا ذکر نہیں، یعنی یہ نہ بتایا گیا کہ کون پڑھے تو خاموش رہو۔ اس کی تفسیر وہ صحیح حدیث کرتی ہے، جس میں پڑھنے والے کا ذکر بھی ہے اور خاموش رہنے کا ذکر بھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا'' (مسلم: ح۹۰۴؛ نسائی ح۹۲۲) ''جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو''۔ غور فرمائیں! قرآن وحدیث اس پر متفق ہو گئے ہیں کہ امام کی قراءت کے وقت مقتدی کو خاموش رہنا چاہیے۔

(۲) حدیث قدسی سے دلیل:

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے نماز (یعنی سورت فاتحہ) کو اپنے اور بندے کے درمیان دو نصف حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس سورت کا ایک نصف حصہ تو میرے لیے ہے۔ اور دوسرا نصف حصہ میرے بندے کے لیے ہے۔ میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جو وہ مانگتا ہے۔ جب بندہ کہتا ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ''۔ تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ'' میرے بندے نے میری حمد کی۔ جب وہ کہتا ہے ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ'' میرے بندے نے میری ثنا کی۔ جب وہ کہتا ہے ''مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ'' میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ جب وہ کہتا ہے ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''هٰذَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ'' یہ بات میرے اور

میرے بندے کے درمیان مشترک ہے (یعنی بندہ کی عبادت تو میرے لئے اور میری مدد اس کے لئے ہے) جب وہ کہتا ہے "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں "هٰذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَاسَأَلَ" یہ میرے بندے کی درخواست ہے اور جو وہ مانگتا ہے میں نے اس کو دے دیا۔ (موطا امام مالک ح ۲۲۹؛ مسلم ح ۸۷۸؛ ابوداود ح ۸۲۱؛ ترمذی ح ۲۹۵۳؛ نسائی ح ۹۰۹؛ ابن ماجہ ح ۸۳۸؛ احمد ۲/۲۴۱، ۲۴۲ ح ۷۲۸۹) جب اللہ تعالیٰ کا اس دعا کو قبول کرنے کا وعدہ ہے۔ پھر امام کی دعا اور مقتدیوں کی آمین امام اور سب مقتدیوں کے لیے ہے۔ تو مقتدی کا قراءت کرنا لغو ٹھہرا۔

③ حدیث قولی سے دلیل:

گذشتہ صفحات میں قراءت خلف الامام سے منع کرنے والی بہت سی قولی حدیثیں گزری ہیں ایک حدیث یہاں پیش کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا "وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا". (مسلم: ح ۹۰۴؛ نسائی ح ۹۲۲) "جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو"۔

④ فعل نبوی سے دلیل:

حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو دو دن نمازیں پڑھائیں (ترمذی: ح ۱۴۹) جبریل علیہ السلام نے ان میں قراءت کی ہوگی اور نبی ﷺ ان میں یقیناً خاموش رہے ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ القیامۃ آیت ۱۶ (لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ) میں جبریل کی قراءت کے وقت نبی کریم ﷺ کو خاموش رہنے کا حکم دیا۔ (دیکھئے بخاری ح ۵)

⑤ تقریر نبوی سے دلیل:

تقریر کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو کوئی کام کرتا دیکھ لیں تو سکوت کریں اور اس سے منع نہ فرمائیں یہ سکوت اس عمل کے جائز ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ روایات سے یہ نہیں ملتا کہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قراءت کی

اور آپ ﷺ خاموش رہے یا آپ نے ان کی تائید کردی۔ ہاں یہ ملتا ہے کہ ایک شخص نے آپ کے پیچھے قراءت کی تو آپ نے ڈانٹ کر منع فرمادیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

صلی رسول اللّٰہ ﷺ صلوۃ یظن انها الصبح فلما قضاها قال قرأ منکم احد؟ قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع فی القرآن (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۷۵طبع الدار السلفیہ بمبئی واللفظ لہ، صحیح۔ موطا امام مالک ح۲۳۶؛ موطا امام محمد ح۱۱۱؛ نسائی ح ۹۲۰؛ ابوداؤد ح۸۲۶)۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز پڑھائی غالباً صبح کی نماز تھی جب اس سے فارغ ہوئے فرمایا: ”کیا تم میں کسی نے قراءت کی ایک شخص نے کہا میں نے قراءت کی، فرمایا میں کہتا تھا کیا ہے کہ میرے ساتھ قرآن کے بارے میں نزاع کیا جارہا ہے“۔

⑥ اجماع امت سے دلیل:

امام کے پیچھے قراءت کو فرض کہنا جمہور امت کے خلاف ہے۔ جہری نماز میں مقتدی پر قراءت کی فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں (شرح مقنع ج۲ص۱۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بالاجماع یہ عمل تھا کہ اگر وہ اس وقت پہنچتے جب امام رکوع میں ہوتا تو ایک دفعہ تکبیر کہتے یعنی تکبیر تحریمہ اور دوسری دفعہ تکبیر کہے بغیر رکوع میں چلے جاتے (المغنی ج۱ص۵۴۴، شرح مقنع ج۲ص۹) یعنی نہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھتے نہ سورت فاتحہ پڑھتے اور نہ دوسری مرتبہ رفع یدین کرتے اور نہ رکوع جانے کی الگ تکبیر کہتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا اس لئے کرتے تاکہ جلد رکوع میں شامل ہوکر با جماعت رکعت حاصل کرلیں۔ کیونکہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جانے سے رکعت ادا ہوجاتی ہے۔

نبی ﷺ کی پسندیدہ نماز:

امام کی قراءت کے وقت مقتدی کا خاموش رہنا حضرت نبی کریم ﷺ کے ہاں

پسندیدہ عمل ہے ایسی نماز ہی نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ نماز ہے جس میں مقتدی امام کی قراءت کے وقت خاموش رہے کیونکہ آپ ﷺ نے امام کی قراءت کے وقت خاموش رہنے کا تو حکم دیا۔ یہ تو فرمایا کہ جب امام قراءت کرے تم خاموش رہو یہ نہ فرمایا کہ جب امام قراءت کرے تم بھی قراءت کرو۔ پھر روایات سے یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے قراءۃ کرنے والوں کی تعریف کی یا ان کی قراءت پر سکوت اختیار کیا جبکہ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے قراءۃ کرنے والوں کو ڈانٹ کر قراءۃ کرنے سے منع کیا۔ جبکہ آپ ﷺ کا امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے والوں کو ڈانٹنا کسی روایت سے ثابت نہیں۔

محبت کا تقاضا:

اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرنے والے مسلمانو! ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں خواب میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز کا موقع عطا فرمادیں تو آپ اس وقت نبی کریم ﷺ کی قراءت کو سننا پسند کریں گے یا آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کریں گے؟ یقیناً آپ اس وقت خاموش رہنے کو ہی پسند کریں گے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے یقیناً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس وقت خاموش ہی رہتے ہوں گے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام پر سورۃ فاتحہ نازل نہیں ہوئی اور معراج کی رات انبیاء کرام علیہم السلام کو ایک ہی تو موقعہ ملا نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرنے کا آپ اپنے ضمیر سے پوچھ لیں کہ اس وقت ان حضرات نے نبی کریم ﷺ کی قراءۃ کو خاموش رہ کر سنا ہوگا یا نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے مسلمانو! کیا اب بھی آپ اس نماز کو اختیار نہ کریں گے جو نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ نماز ہے کہ جب خود نماز پڑھیں گے تو قراءت کریں گے اور جب امام کی اقتداء میں نماز پڑھو گے تو خاموش رہو گے۔
"اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ" (الحدید: ۱۶) "کیا نہیں وقت آیا ایمان والوں کے لئے کہ جھک جائیں ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے اور اس حق کے لئے جو اللہ کی طرف سے اترا"۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ (آل عمران: ۵۵)

ترجمہ: "اے ہمارے رب! تو نے ہمیں جو ہدایت عطا فرمائی ہے اس کے بعد ہمارے دلوں میں ٹیڑھ پیدا نہ ہونے دے، اور خاص اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرما۔ بیشک تیری، اور صرف تیری ذات وہ ہے جو بے انتہا بخشش کی خوگر ہے۔"

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَخَاتَمِ أَنْبِيَائِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

بعض اہم کتابیات

- احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام. محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۱۴۳۰ھ). مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ. طبع ۲۰۰۹ء
- اصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ. محمد ناصر الدین الالبانی (المتوفیٰ ۱۴۲۰ھ) مکتبۃ المعارف الریاض. طبع ۱۴۲۷ھ
- اعلاء السنن. ظفر احمد عثمانی (المتوفیٰ ۱۳۹۴ھ). ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی. ۱۸ مجلدات. طبع ۱۴۲۷ھ
- انوار الباری شرح صحیح البخاری. احمد رضا بجنوری. ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان. طبع ۱۴۲۵ھ. ۱۹ مجلدات.
- بذل المجہود فی حَلِّ ابی داوٗد. خلیل احمد سہارنپوری (المتوفیٰ ۱۳۴۶ھ). قدیمی کتب خانہ، کراچی. ۲۰ مجلدات.
- التحقیق الالبانی علیٰ مشکوۃ المصابیح. تحقیق محمد ناصر الدین البانی (المتوفیٰ ۱۴۲۰ھ) المکتب الاسلامی بیروت. طبع ثالث ۱۴۰۵ھ
- التعلیق الممجّد علی الموطّا للامام محمّد. ابو الحسنات محمد عبد الحی اللکنوی (المتوفیٰ ۱۳۰۴ھ). مکتبۃ البشریٰ کراچی. طبع ۱۴۳۱ھ
- تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابنِ کثیر. عماد الدین ابی

الفداء اسماعيل بن كثير (المتوفیٰ ۷۷۴). مكتبة دار السلام. طبع ۱۴۱۳ھ. ۴ مجلدات.

- التقرير الترمذی. محمود الحسن دیوبندی (المتوفی ۱۳۳۹ھ) .الطاف اینڈ سنز کراچی. طبع ۱۴۳۰ھ
- تنوع العبادات. ابن تیمیه (المتوفیٰ ۷۲۸ھ). مطبعة الامام، مصر.
- جامع الترمذی. ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (المتوفیٰ ۲۷۹ھ) .الطاف اینڈ سنز کراچی. طبع ۱۴۳۰ھ. ۲ مجلدات.
- الجامع الصغیر من احادیث البشیر النذیر. جلال الدین السیوطی (المتوفیٰ ۹۱۱ھ). دار الکتب العلمیة، بیروت. لبنان. طبع ۱۴۱۵ھ. ۲ مجلدات.
- جزء القراءة للبخاری. محمد بن اسماعیل بخاری (المتوفی ۲۵۶ھ) . ترجمه و تشریح: محمد امین اوکاڑوی. مکتبه امدادیه،ملتان.
- خزائن السنن. محمد سرفرازخان صفدر (المتوفی ۱۴۳۰ھ) مکتبه صفدریه گوجرانواله. طبع ۲۰۰۹ء
- درس ترمذی. محمد تقی عثمانی. مکتبه دارالعلوم کراچی. طبع ۱۴۲۳ھ
- زاد المعاد فی هدی خیر العباد. شمس الدین ابی عبد الله محمد بن ابی بکر بن ایوب المشهور بابن قیّم الجوزیّة (المتوفیٰ ۷۵۱ھ). مؤسسة الرسالة ناشرون،بیروت. لبنان. طبع ۱۴۲۷ھ.
- سبیل الرشاد. رشید احمد گنگوهی (المتوفیٰ ۱۳۲۳ھ). اداره اسلامیات، لاهور. طبع ۱۴۱۲ھ
- سلسلة الاحادیث الصحیحة. محمد ناصر الدین البانی (المتوفیٰ ۱۴۲۰ھ) . مکتبة المعارف الریاض. ۷ مجلدات طبع ۱۴۳۰ھ.
- سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة. محمد ناصر الدین البانی

(المتوفیٰ ۱۴۲۰ھ)؛ . مکتبة المعارف الریاض. ۲۰ مجلدات. ۱۴۳۰ھ

- سنن دار قطنی. ابو الحسن علی بن عمر الدار قطنی (المتوفیٰ ۳۸۵ھ)، دار نشر الکتب الاسلامیة، لاهور.
- السنن الکبریٰ. ابوبکر احمد بن الحسین البیهقی (المتوفیٰ ۴۵۸ھ). دار الکتب العلمیة. بیروت.
- شرح معانی الآثار. ابی جعفر احمد بن محمد بن سلامة [illegible] لامة الطحاوی (المتوفیٰ ۳۱۱ھ) دار الکتب العلمیة. بیروت. طبع ۲۰۰۱ء. ۴ مجلدات
- شمائل التر مذی . ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (المتوفیٰ ۲۷۹ھ) .الطاف اینڈ سنز کراچی. طبع ۱۴۳۰ھ.
- صحیح مسلم. مسلم بن حجاج نیشاپوری (المتوفیٰ ۲۶۱ھ) مکتبة البشریٰ کراچی طبع ۱۴۳۰ھ
- صحیح بخاری .محمد بن اسماعیل بخاری (المتوفیٰ ۲۵۶ھ) . الطاف اینڈسنز، کراچی. طبع ۱۴۳۰ھ. ۲ مجلدات.
- صحیح سنن ابوداود . محمدناصر الدین البانی (المتوفیٰ ۱۴۲۰ھ) مکتبة التربیة العربی لدول الخلیج الریاض طبع ۱۴۰۸ھ. ۳ مجلدات.
- صحیح سنن ابن ماجه . محمدناصر الدین البانی (المتوفیٰ ۱۴۲۰ھ) مکتبة التربیة العربی لدول الخلیج الریاض طبع ۱۴۰۸ھ. ۳ مجلدات.
- صحیح سنن الترمذی . محمدناصر الدین البانی (المتوفیٰ ۱۴۲۰ھ) مکتبة التربیة العربی لدول الخلیج الریاض طبع ۱۴۰۸ھ ۳ مجلدات.

- صفة الصلاة النبی . محمد ناصر الدین البانی (المتوفی ۱۴۲۰ھ) المکتب الاسلامی بیروت طبع ۱۳۹۱ھ
- ضعیف سنن ابن ماجه . محمد ناصر الدین البانی (المتوفی ۱۴۲۰ھ) المکتب الاسلامی بیروت. طبع ۱۴۱۵ھ
- العرف الشذی . محمد انور شاہ الکشمیری (المتوفی ۱۳۵۲ھ) .الطاف اینڈ سنز کراچی. طبع ۱۴۳۰ھ
- فاتحة الکلام فی القراءة خلف الامام. ظفر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۹۴ھ). ایچ. ایم. سعید کمپنی، کراچی. طبع ۱۴۲۵ھ
- فتح الباری شرح صحیح البخاری. احمد بن علی المعروف بابن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ). دار السلام الریاض طبع ۱۴۱۸ھ. ۱۳ مجلدات
- فتح الملھم. شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ). مکتبة الحجاز حیدری، کراچی.
- فتح الملھم بشرح صحیح مسلم. شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ). مکتبة دار العلوم، کراچی. طبع ۱۴۲۳ھ
- فیض الباری علی صحیح البخاری. محمد انور شاہ الکشمیری (المتوفی ۱۳۵۲ھ) . المکتبة الرشید سرکی روڈ، کوئٹه. طبع ۱۴۳۰ھ؛ ۶ اجزاء.
- کتاب الآثار. محمّد بن الحسن الشیبانی (المتوفی ۱۸۹ھ). المکتبة الحقانیه پشاور. طبع ۱۴۳۰ھ
- کتاب القراءة خلف الامام. ابوبکر احمد بن الحسین البیھقی. (المتوفی ۴۵۸ھ) . ادارة احیاء السنة، گرجاکھ. گوجرانواله
- الکتب الستة (بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داود، نسائی، ابن ماجه)

دار السلام الریاض طبع ۱۴۲۱ھ

- کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال. علاء الدین علی المتقی الھندی (المتوفیٰ ۹۷۵ھ) . نشر السنة ملتان.
- لسان العرب. جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم ابن منظور الانصاری الافریقی المصری (المتوفیٰ ۷۱۱ھ). دار الکتب العلمیة، بیروت. طبع ۱۴۲۶ھ. ۱۰ مجلدات.
- مجمع الزوئدو منبع الفوائد. نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی (المتوفیٰ ۸۰۷ھ) دار الکتب العلمیة. بیروت. طبع ۲۰۰۹ء. ۱۲ مجلدات.
- المستدرک علی الصحیحین. ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری (المتوفیٰ ۴۰۵ھ) دار المعرفة، بیروت. لبنان. طبع ۱۴۱۸ھ. ۶ مجلدات.
- مسند ابی عوانة. ابی عوانة یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی (المتوفیٰ ۳۱۶ھ). تحقیق. ایمن بن عارف الدمشقی. دار المعرفة، بیروت. لبنان. طبع ۱۴۱۹ھ.
- مسند الامام الاعظم. امام اعظم ابو حنیفه (المتوفیٰ ۱۵۰ھ) مکتبة البشریٰ کراچی. طبع ۱۴۳۱ھ
- مشکوة المصابیح. محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی (المتوفیٰ ۷۳۷ھ) مکتبة البشریٰ کراچی. طبع ۱۴۳۱ھ
- مصنف عبد الرزاق. عبد الرزاق بن همام الصنعانی. توزیع المکتب الاسلامی، بیروت.
- المغنی. موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامة الحنبلی (المتوفیٰ ۶۲۰ھ). مکتبة الحدیثیة، الریاض
- الموطا للامام مالک. مالک بن انس (المتوفیٰ ۱۷۹ھ). المکتبة

الحقانیہ پشاور. طبع سنہ ۱۴۳۰ھ

- الموطأ لامام محمد. محمد بن الحسن الشیبانی (المتوفیٰ سنہ ۱۸۹ھ). مکتبۃ البشریٰ کراچی. طبع سنہ ۱۴۳۱ھ
- نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الهدایۃ. جمال الدین ابی محمد عبداللّٰہ بن یوسف بن محمد الزیلعی الحنفی (المتوفیٰ سنہ ۷۶۲ھ). المکتبۃ الحقانیہ،پشاور. طبع سنہ ۱۴۳۰ھ. ۵ مجلدات.
- نیل المرام بالتزام السکوت عند قراءۃ الامام. رشید احمد لدھیانوی (المتوفیٰ سنہ ۱۴۲۳ھ) ایچ. ایم. سعید کمپنی، کراچی. طبع سنہ ۱۴۲۵ھ.
- هِدَایَةُ الْمُعْتَدِیْ فی قِرَاءَةِ الْمُقْتَدِیْ. رشید احمد گنگوهی (المتوفیٰ سنہ ۱۳۲۳ھ). اداره اسلامیات، لاهور. طبع سنہ ۱۴۱۲ھ.
- وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ: المعروف تحقیقات مسئله فاتحه خلف الامام و رفع یدین. محمد سیف الرحمٰن قاسم. جامعۃ الطیبات للبنات الصالحات، گوجرانواله. طبع سنہ ۲۰۰۳ء.